ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

اپریل 2023ء - رمضان المبارک 1444ھ

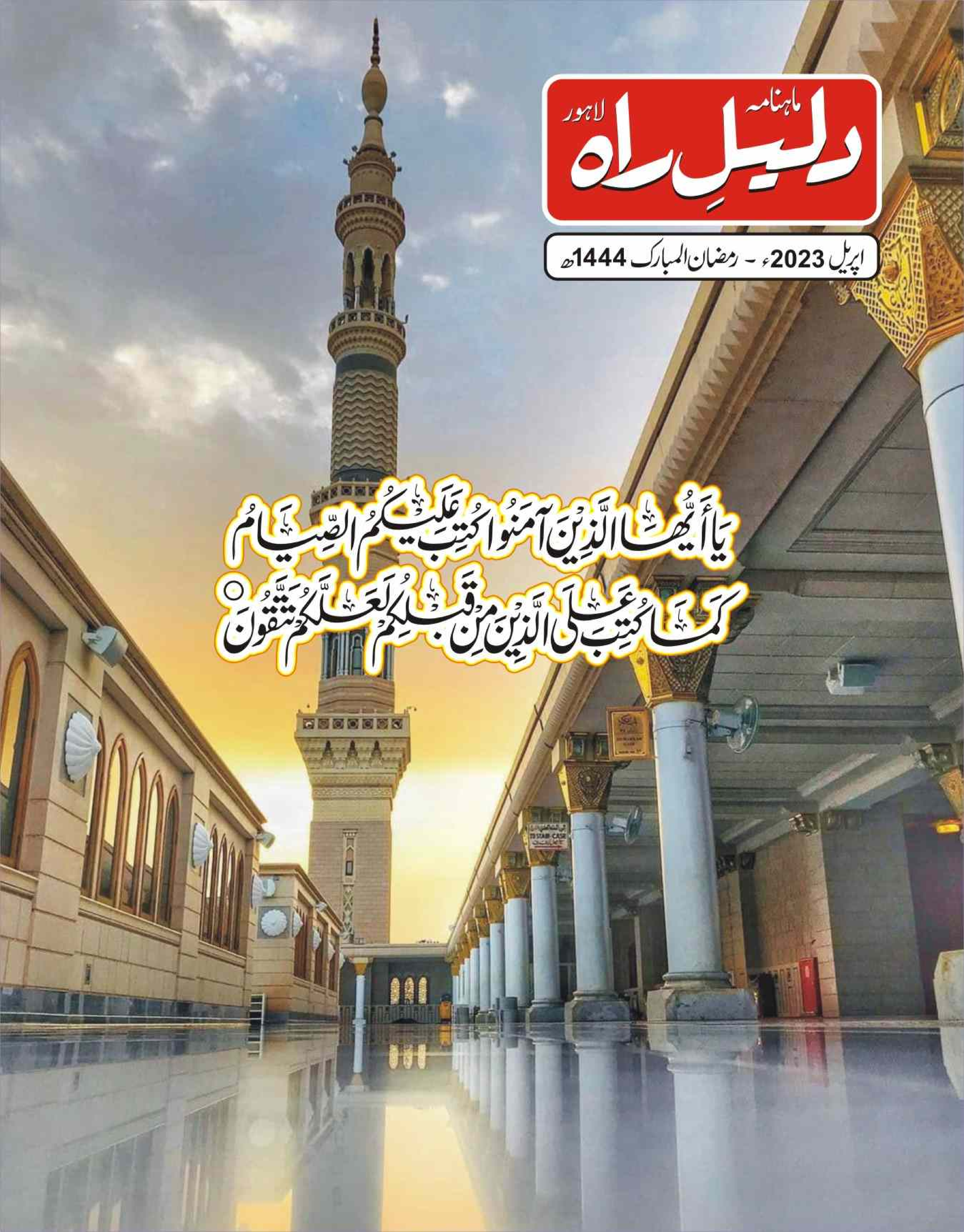

CPL.No:406 اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت

ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

شمارہ 04 | اپریل 2023ء | جلد 31

مدیر اعلیٰ
سید ریاض حسین شاہ

ھرچہ من در بزمِ شوق آوردہ ام

1	نعت شریف	رفیع الدین ذکی	2
2	گفتنی و ناگفتنی	سید ریاض حسین شاہ	3
3	تبصرہ و تذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	8
4	درسِ حدیث	حافظ سخی احمد	12
5	ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مناقب	پروفیسر محمد طاہر القادری	14
6	منقبت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا	ولی کرنالی	18
7	خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا	علامہ منیر احمد یوسفی	19
8	ھدیہ حروف پیر محمد محب الرحمٰن قادری	سید ریاض حسین شاہ	20
9	فتح مکہ۔۔۔فتح مبین	پیر فاروق بہاؤ الحق شاہ	21
10	تجارت اور اصول تجارت	ڈاکٹر محمد اظہر نعیم	23
11	سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ	آصف بلال آصف	25
12	سنابلِ نور	سید ریاض حسین شاہ	27
13	منقبت حضرت امام حسن علیہ السلام	سید خضر حسین چشتی	28
14	حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر محمد صدیق قادری	29
15	رپورٹ	ڈاکٹر منظور حسین اختر	31
16	یادیں اور باتیں	حافظ شیخ محمد قاسم	35
17	صبح پڑھو قرآن، شام پڑھو قرآن	ماسٹر احسان الٰہی	37

مشیر ادارت
ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز
- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف
- شیخ محمد راشد

ادارتی معاونین
- ابو محی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- حافظ محمد عفان منظور

قیمت فی شمارہ
30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ
=/450 روپے

بیرون ملک سالانہ
150 ڈالر 80 پونڈز

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038
ہیڈ آفس: ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید راولپنڈی فون: 051-4831112
E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جن کا کرم ہے کون و مکاں سے بھی ماورا
ہم عاصیوں کو اُن کے کرم کا ہے آسرا

اللہ اُس پہ اور بھی کچھ مہرباں ہُوا
اُس کے حبیب سے ہو جوڑا جس نے رابطہ

عزت خدا نے اُن کی بڑھائی ہے اِس طرح
جو بھی ہُوا نبی کا وہ بھی اُس کا ہو گیا

شقُ القمر کا معجزہ ہو یا شجر کا ہو
چاہا مرے حُضور نے جو کچھ وہی ہُوا

تلقین یہ بھی کی ہے رسولِ کریم نے
سوچو ہمیشہ دشمنِ جاں کا بھی تم بھلا

میں مرتبہ حُضور کا کیسے بیاں کروں
رُتبہ تو اُن کا فہمِ بشر سے ہے ماورا

آئیں گے بھیک لینے ترے در سے بادشاہ
بن جائے تُو اگر درِ سرکار کا گدا

محشر میں جب سناؤں گا میں تازہ نعت انہیں
صرفِ نظر کریں گے وہ ہر اک مری خطا

اُس کو ذکی! ہو گرمیِٔ محشر کا خوف کیوں
محبوبِ ربّ کے زیرِ لِوا جو بھی آ گیا

رفیع الدین ذکی قریشی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرت کا نقشِ لاثانی

یہ حدیث امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں میں سے زیادہ جواد تھے خاص کر رمضان المبارک میں آپ کی بندہ نوازیاں بہت ہی زیادہ ہوجاتیں جب جبرائیل آپ سے ملاقات کرتے اور جبرائیل بھی رمضان میں ہر رات شرف ملاقات پاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن کا دور کرتے۔ رسول انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلائی پہنچانے میں چلتی ہواؤں سے بھی زیادہ سخی اور بندہ نواز تھے''۔ (الجامع الصحیح للبخاری)

انسان کی ساری فضیلتیں اور کرامتیں اس کی شانِ عطا کے ساتھ جوڑ دی گئی ہیں۔ انسان دوسرے انسانوں کے لیے کیا سوچتا ہے؟ ان سے کیسے پیش آتا ہے اور اس کی طبیعت میں گھٹن رہتی ہے یا اس کی روحانیت میں انسانیت نوازی کے لیے بے تابیاں رہتی ہیں۔ انسان کا اصل تعارف اس عادت کا مرہون منت بنا دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد بزرگ ترین ہستی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ قرآن حکیم آپ کو ''رحمۃ للعلمین'' قرار دیتا ہے۔

راغب اصفہانی نے جود کا معنیٰ یہ لکھا:

اعطاء ماینبغی لمن ینبغی

''جو شئی جس کے زیادہ مناسب ہو اسے عطا کرنا''۔

سخاوت صرف مال میں ہوتی ہے اور جواد ہونے کا تعلق انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہدایت اور معارف کی کوئی ایسی قسم نہیں جس سے قافلۂ انسانیت کو نوازتے نہ ہوں۔

علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

''رحمت عالم ﷺ ''اجود الناس'' تھے اس لیے کہ آپ کا مبارک وجود اشرف الناس تھا اور مزاجوں میں آپ کا مزاج مبارک ''اعدل'' تھا آپ سے جو کچھ صادر ہوتا وہ احسن ہوتا آپ کے جمال میں ملاحت تھی۔ یہ آپ ہی کا پیکر رحمت تھا جس میں سے نوازشیں پھوٹتیں اس لیے کہ آپ اجود الناس تھے''۔

محدثین نے درست لکھا کہ سخی وہ ہوتا ہے جو دینے میں اپنے اور پرائے کی تمیز کرے اور جواد وہ ہوتا ہے جو بندہ پروری میں اپنے بیگانے کی تمیز نہیں کرتا، وہ دینے پر آتا ہے تو دیتا ہی چلا جاتا ہے۔ سخی آدمی جب عطا کرتا ہے تو اس کے دینے میں کوئی غرض بھی پوشیدہ ہوسکتی ہے لیکن جواد کسی پوشیدہ غرض کی وجہ سے عطا نہیں کرتا بلکہ عطا کرنا اس کی جبلت میں ہوتا ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ جواد وہ ہوتا ہے جو خیال اول کی پیروی کرتا ہے اور سخی خیال ثانی کا خیال رکھتا ہے۔

سید علی ہجویری کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:

''ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب تک کوئی مہمان نہ آتا آپ کھانا نہ تناول فرماتے۔ ایک مرتبہ تین روز گزر گئے کوئی مہمان نہ آیا اتفاقاً ایک مجوسی کا گزر آپ کے دروازے پر ہوا اس سے آپ نے پوچھا تُو کون ہے؟ اس نے عرض کی میں مجوسی ہوں۔ آپ نے فرمایا: چلا جا تُو اس لائق نہیں کہ میں تیری میزبانی کروں۔ ہاتف نے ندا دی اے ابراہیم! جسے میں نے ستر سال پالا تو نے اسے ایک روٹی بھی نہ دی''۔

ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاتم طائی کا بیٹا حاضر ہوا حضور ﷺ نے اس کے لیے چادر بچھا دی اور فرمایا:

اذا اتاکم کریم قوم فاکرموه

''جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی معزز شخص آئے تو اس کا اکرام بجالاؤ''۔

(ابن ماجہ، طبرانی، الکامل)

داتا صاحب لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا درجہ سخاوت کا تھا اور ہمارے آقا ﷺ کا مقام جواد ہونے کا تھا۔

حضرت انس سے مروی ہے:

''ایک سائل حضور انور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ﷺ نے دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی تھی جو بکریوں سے بھری تھی اس سائل کو عطا کردی۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا اور زور زور سے چیخ کر کہنے لگا:

اے میری قوم!

جلدی مسلمان ہوجاؤ

اس لیے

کہ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی بخشش فرماتے ہیں کہ انہیں اپنے مفلس ہونے کا خوف ہی نہیں ہوتا''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ایک روز خدمت اقدس میں ہزار درہم آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سب درہم کملی پر ڈال دیے اور جب آپ وہاں سے اٹھے تو سب دراہم تقسیم ہو چکے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ بھوک کی وجہ سے شکم اقدم پر پتھر باندھا ہوا ہے۔ (کشف المحجوب)

جواد، جود سے ہے اور بزرگی میں فراخی یا اتباع میں فراخی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور جودت کا معنی کھرا اور خالص سونا بھی ہوتا ہے۔ خوبصورتی میں غایت کو پہنچ جانے والی شخصیت کو جواد کہہ دیتے ہیں۔

جود کا ایک معنی صراح نے بہادر اور اشجع لکھا ہے۔ باہمت شخص بھی جواد ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بہادر، مشکلات میں ہمت ور، خوبصورت اور سخی نہیں دیکھا''۔

ایک مرتبہ نماز عصر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے گھر تشریف لے گئے اور سونے کی ایک ڈلی نکال لائے اور فرمانے لگ گئے: قابل تقسیم چیزوں میں سے یہی سونے کا ٹکڑا گھر میں بچ گیا تھا سو آپ نے اسے تقسیم کر دیا اور فرمایا:

''پیغمبر کے گھر اس قسم کی چیزوں کا رہ جانا مناسب نہیں''۔

ایک عورت تہہ بند لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوق سے اسے قبول فرما لیا اور پہن کر محفل میں تشریف فرما ہوئے۔ ایک صحابی نے رغبت سے اسے دیکھا اور چھو کر عرض کرنے لگے: ''بہت اچھا ہے''۔

الفاظ نے دل کی چغلی لی کہ صحابی چادر کی طرف رغبت رکھتے ہیں آپ اسی وقت اندر گھر تشریف لے گئے اور اپنا پرانا لباس پہن لیا اور تحفہ میں ملنے والے تہبند کو تہہ کر کے صحابی کو دے دیا، لوگوں نے ملامت کی کہ دیکھو ایک عورت اشتیاق سے تحفہ لائی تھی اور آپ کو وہ چادر پسند بھی تھی اور تم ہو کہ فوراً مانگ لی، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اسے اس لیے مانگا ہے کہ تہبند کا اتصال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن اطہر سے ہو چکا میں تو ایسے کپڑے کو اپنے کفن کے لیے رکھنا چاہتا تھا جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک جسم سے ہو۔

محدثین نے ایک اور دلچسپ واقعہ نقل کیا:

''بحرین سے ایک مرتبہ ایک لاکھ درہم آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد کے ایک کونے میں یہ رقم ڈال دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو مال کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے عرض کی: آپ اپنے قرض کے لیے بھی کچھ رکھ لیتے۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے پہلے یاد کیوں نہ کروا دیا''۔

حدیث شریف میں رمضان المبارک کا ذکر ہوا، جب جبرائیل دورِ قرآن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

ملاقات کرتے تو آپ ﷺ کا ملکۂ جودوسخاعرش عروج پر جا پہنچتا۔ یہ ایک روحانی نکتہ ہے کہ صالحین سے ملاقات ملکات بر واحسان پر کتنا مثبت اثر چھوڑتی ہے۔ یہ حق لاریب ہے کہ صالحین کی زیارت روحانیت کے چمن میں بہار لاتی ہے۔ ویسے تو علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت نہیں ٹھہرایا گیا۔ حدیث میں روحانی نکتہ یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ اشرف الانبیاء ہیں، قرآن اشرف الکتب ہے اور زمانی اعتبار سے رمضان المبارک خیر الزمان ہے اور جبرائیل سید الملائکہ ہیں سب نسبتوں کا وجود حضور ﷺ کے فیوضاتِ باطنی کے سمندر میں تموج کا سبب بنتا۔

اللہ تعالیٰ جب بھی کرم فرماتا ہے اپنے بندوں کو زمانی، مکانی اور شخصی نسبتوں ہی کے ذریعہ عطا فرماتا ہے۔ زماں میں لیلۃ القدر، شبِ قدر اور جمعہ کی نسبتیں، مکان میں مسجد کا عام قطعات وارضیہ سے افضل ہونا، کعبہ کا دوسرے مقامات سے افضل ہونا اور شخصیات میں انبیاء کی بعثت وغیرہ نفس مسئلہ میں فہم کی خوشبو بانٹتا ہے۔

حدیث شریف کے آخر میں حضور ﷺ کی شان اعطا کو تیز چلنے والی ہواؤں سے تشبیہہ دی گئی ہے۔

☆ ہوائیں منفعتوں کی ارزانی کو کسی خاص علاقہ تک محدود نہیں رکھتیں حضور ﷺ کی عنایت کا نفع بھی عام ہوتا ہے۔

☆ ہوائیں نظر نہیں آتیں لیکن زندگی اسی ہوا کی مرہون منت ہوتی ہے۔ دنیا میں جو نعمت کسی کو ملتی ہے رحمت عالم کے وسیلہ ہی سے ملتی ہے۔

☆ ہوائیں فیض رسانی میں سرعت اور تیزی رکھتی ہیں۔ رحمت عالم ﷺ کا فیض بھی ہواؤں کی طرح تیزی سے نوازتا ہے۔

☆ پھولوں، پھلوں اور فصلوں گلوں میں نسل سازی ہواؤں ہی کے ذریعے ہوتی ہے۔ کمالات اور اوصاف کا ہر چمن حضور ﷺ ہی کے وسیلہ کا محتاج ہوتا ہے۔

☆ ہوائیں ٹھنڈی ہو کر مزاج کو پُرسکون بناتی ہیں رحمت عالم ﷺ کی توجہ بھی انسان کو تسکین کی فردوس نصیب فرمادیتی ہے۔

☆ ہوائیں صفائی اور طہارت کا سبب بنتی ہیں تزکیہ کی دولت رحمت عالم ﷺ ہی کے وسیلہ سے مل سکتی ہے۔

حدیث شریف میں بیان ہوا کہ رحمت عالم ﷺ جبرائیل کے ساتھ مل کر رمضان میں قرآن مجید کا دور فرماتے، دور فرمانے کے لیے لفظ "مدارست" استعمال کیا گیا ہے سمجھا جائے کہ درس کسے کہتے ہیں؟

"درس الشئی" کا معنیٰ ہوتا ہے کسی چیز کا پرانا ہوجانا، اس طرح پرانا ہونا کہ مٹ جانا۔ اس سے مخفی ہونا، پست ہونا اور اوجھل ہوجانا بھی مفہوم لفظ میں لایا جاتا ہے۔ "طریق مدروس" اس راستے کو کہتے ہیں جو لوگوں کے کثرت کے ساتھ آنے جانے کی بنا پر دب جائے۔ گندم کو گاہ دینا بھی "تدریس الحنطه" ہوتا ہے۔ "المدارست" کا مفہوم ہوگا کثرت کے ساتھ دہرانا تاکہ دماغ میں پہلے سے موجود چیزیں مَل دی جائیں اور ختم کردی جائیں اور نئے نقوش کو تازگی کے ساتھ ذہن میں محفوظ کرلیا جائے۔ اسی سے ازبر کرلینے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اب غور کا مقام ہے کہ جبرائیل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے مدارست فرماتے ؟ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تو معنیٰ یہ ہوگا کہ توجہ کلام سننے کی طرف پھیر دینا اور یکسوئی کے ساتھ لفظوں کو قلب و روح میں جما لینا، اس کے لیے بھی اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

''محبوب آپ زبان میں تحرک نہ لائیں، یہ ہم پر چھوڑ دیں ہم خود ہی قرآن کو محفوظ کرلیں گے''۔

جبرائیل علیہ السلام دور کیسے فرماتے ؟

یقیناً معنیٰ یہی ہوگا آپ نے بڑے بڑے حسین چہرے دیکھے ہیں اور کتابوں کا ابلاغ کیا ہے، اب ختمتِ نبوت کا دور آ گیا ہے آپ بھی یکسو ہو کر باقی سب نقوش ذہن سے تحول کر کے رخ نبوت پر نظریں گاڑھ دیں اور قرآن ہی کی روشنیوں سے ماحول سازی کریں۔ باب نبوت کی عظمتوں کا کیا کہنا جہاں قرآن کے دور کے لیے جبرائیل بھی دم بخود حاضری دیتے۔

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید وفرقان حمید کی تفسیر ''تبصرہ'' کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 146 تا 151 کی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوۡا
لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَكَانُوۡا ؕ وَ
اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ مَا كَانَ قَوۡلَهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا
رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ اِسۡرَافَنَا فِىۡۤ اَمۡرِنَا وَ ثَبِّتۡ
اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ
ثَوَابَ الدُّنۡيَا وَ حُسۡنَ ثَوَابِ الۡاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ
الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۴۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِيۡعُوا الَّذِيۡنَ
كَفَرُوۡا يَرُدُّوۡكُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ فَتَنۡقَلِبُوۡا خٰسِرِيۡنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ
اللّٰهُ مَوۡلٰٮكُمۡ ۚ وَهُوَ خَيۡرُ النّٰصِرِيۡنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلۡقِىۡ فِىۡ قُلُوۡبِ
الَّذِيۡنَ كَفَرُوا الرُّعۡبَ بِمَاۤ اَشۡرَكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ
سُلۡطٰنًا ۚ وَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئۡسَ مَثۡوَى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۵۱﴾

''اور کتنے ہی نبیوں کی معیت میں اللہ والوں کی ایک کثیر تعداد نے جہاد کیا تو انہوں نے ہمت نہ ہاری ان تکلیفوں پر جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ دب کر رہے اور اللہ صبر کرنے والوں سے پیار کرتا ہے اور نہ تھا ان کا کچھ کہنا سوائے اس کے کہ وہ پکار اُٹھے اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے اور ہماری زیادتی جو ہمارے کاموں میں ہوئی اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما، پس اللہ نے انہیں دنیا میں بھلائی بخشی اور ثواب آخرت کا حسن بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اے ایمان والو اگر تم نے کافر لوگوں کی اطاعت کی تو وہ تمہیں الٹا پھیر دیں گے ایڑیوں پر، یوں تم خسارے والے ہو کر گھومو گے بلکہ اللہ تمہیں اپنی ولایت بخشنے والا ہے اور وہی بہتر مددگار ہے ہم بہت جلد کفر کرنے والوں کے دل میں رُعب ڈال دیں گے اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک قرار دیا اسے جس کے ساتھ اس نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظلم کرنے والوں کا ٹھکانہ بہت ہی بُرا ہے''۔

وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ
فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَكَانُوۡا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۴۶﴾

''اور کتنے ہی نبیوں کی معیت میں اللہ والوں کی ایک کثیر تعداد نے جہاد کیا تو انہوں نے ہمت نہ ہاری ان تکلیفوں پر جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ دب کر رہے اور اللہ صبر کرنے والوں سے پیار کرتا ہے''۔

کتنے ہی نبی گزر چکے جن کی معیت میں وفادار ربّ والوں کی کثیر تعداد کلمہ اللہ کی بلندی کے لیے جہاد وقتال کر چکے۔ اللہ کی راہ میں جب مصائب اور مشکلات سے وہ دوچار ہوئے انہیں کمزوری اور وھن نے اپنی گرفت میں نہ لیا۔ وہ لوگ مصائب اور شدائد کا مقابلہ کرتے رہے۔ انہیں دو چیزوں کے عظیم احساس نے مضبوط رکھا: ایک تو یہ کہ وہ نبی کی معیت میں ہیں، دوسرا وہ ''سبیل اللہ'' میں ہیں۔ ربّ والا ہونے کی تشریح یہی دو جوہر ہیں جو مشکلات کو شکست دے دیتے ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار بتا دیا کہ اللہ صابرین سے محبت رکھتا ہے۔ آیت میں شجاعت، بہادری اور مصابرہ کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

پہلی صفت

شجاعت اور بہادری سالار اور امیر کارواں کی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ آیت بتلاتی ہے چراغ نبوت کی معیت مشکل سے مشکل ہدف کو آسان بنا دیتی ہے۔ صحبت، عزم وہمت کی جلوہ گری کو ممکن بناتی ہے۔

دوسری صفت

مضبوط دینی کارکن ''رِبِّيُّوۡنَ'' کے خوبصورت کردار کا عکس جمیل ہوتا ہے۔

''رِبِّيُّوۡنَ'' کا معنی کیا ہوتا ہے؟

زمخشری نے لکھا (500) کہ ''ربی'' ضمہ، فتحہ اور کسرہ ہر طرح پڑھا گیا ہے۔ زیادہ تر یہ ''را'' کی کسرہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اس کا معنی ربّانی اور ربّ والا ہوتا ہے۔ دل میں جب ربّ کی محبت آجائے اس وقت بزدلی کردار سے بھاگ جاتی ہے۔ بہادر آدمی ہمیشہ خدا کا دوست ہوتا ہے۔

جیسے علی رضی اللہ عنہ ولایت کا سرچشمہ ہیں، ایسے ہی شجاعت کا باب بسالت ہیں، یہ نام ہی ایسا ہے جسے نیچا کبھی دکھایا ہی نہیں جا سکتا۔ ''رِبِّيُّوۡنَ'' کا معنی کثیر جماعتوں والے بھی لکھا گیا ہے، اس اعتبار سے ربّانی وہی ہوگا جس کے اطاعت شعاروں کی تعداد کثیر ہوگی۔ مفسرین نے لکھا ''ربی'' کا معنی عالم اور فقہی ہوتا ہے شاید یہ معنی اس لیے کیا گیا کہ تدریجاً تربیت کرنے والا معلّم ''ربی'' ہوتا ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا کہ چھوٹی چھوٹی چیز سکھانے والا معلّم ''ربانی'' ہوتا ہے۔

تیسری صفت

شجاعت کا امین شخصیت مشکلات اور تکالیف میں پیٹھ نہیں دیتا، آزمائشیں جتنی جتنی کڑی ہوتی جاتی ہیں استقامت اتنی اتنی گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ راہ

حق میں سستی کا تصور بھی یہاں نہیں کیا جا سکتا ہے۔ وھن اسی کو کہتے ہیں کہ عقیدہ اور عمل میں کمزوری اور سستی بتائی جائے۔

چوتھی صفت

بہادر اور ربّانی شخصیت کو یہ بصیرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ سبیل اللہ کی شناخت رکھتا ہے۔ شجاعت کا مطلب بڑا ہونا نہیں ہوتا بلکہ مقصد حیات کو طاقت، حوصلے، ایمان اور عقیدے کی روشنی کے ساتھ مضبوط کرنا اور دشمن حق کی پیٹھ لگا دینا ہوتا ہے۔

پانچویں صفت

شجاعت رکھنے والے آدمی میں قرآن کی یہ آیت کہتی ہے کہ وھن اور ضعف دونوں نہیں ہوتے۔ وھن اعتقادی، عملی اور روحانی کمزوری کو کہتے ہیں اور ضعف مادی طاقت کو دیکھ کر پسپا ہو جانے والا رویہ ہوتا ہے۔ شجیع شخص نہ کسی کی مادی قوت سے ڈرتا ہے اور نہ ہی وہ اعتقاد اور ایمان کے لحاظ سے کمزور ہوتا ہے۔

چھٹی صفت

استکانت کا نہ ہونا مومن سپاہی کی امتیازی نشانی ہوتی ہے۔ مجاہد اپنی خوئے استقامت سے ناقابلِ تسخیر ہوتا ہے۔ وہ باطل کے سامنے کبھی جھکتا نہیں، وہ کفر سے کبھی دبتا نہیں، جیسے پہلوان کے لیے تیل کی مالش ضروری ہوتی ہے، مومن مجاہد کے لیے نظریہ حیات سے عشق کرنا اہم ہوتا ہے۔

ساتویں صفت

آیت میں یہ کہنا کہ اللہ محبت کرتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ اس حسن اور جمال کے چاہنے والے ''رِبِّیُّوْنَ'' بھی دنیا میں کثیر پیاس نہ رکھتے ہوں تو چشمے کا پتہ کون پوچھے؟ اللہ کا محبت کی دنیا کا پتہ دینا بتاتا ہے کہ جانیں کسی کے نام پر چھڑک دینا محبت کے بغیر آسان نہیں ہوتا، معلوم ہوا جو بہادر ہوتے ہیں وہ عاشق ہوتے ہیں۔

آٹھویں صفت

قرآن مجید کی یہ آیت بتاتی ہے بہادر ربّانی ہونے کی ایک صفت صابرین میں سے ہونا ہے، اگر کردار میں صبر و مصابرہ کی خو نہ ہو، آپ کو حق کے لیے اڑ جانا نہ آتا ہو تو کم از کم آپ بہادر نہیں ہو سکتے۔

نویں صفت

قرآن کی یہ آیت سکھلاتی ہے کہ ربّانی ہونا یہ ہوتا ہے کہ مومن مجاہد کا لمحہ لمحہ ربّ ربّ کرنے میں گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دم دم ذکر کرنا مومن کو بہادر بنا دیتا ہے۔

دسویں صفت

آیت میں ایک اصطلاح ''سَبِیْلِ'' گزری ہے۔ جیسے اللہ کا راستہ ماننا بہادری ہے، ایسے ہی جو راستے اللہ کے نہیں انہیں چھوڑ دینا بھی بہادری ہے۔

و اللہ اعلم

وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾

''اور نہ تھا ان کا کچھ کہنا سوائے اس کے کہ وہ پکار اٹھے اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے اور ہماری زیادتی جو ہمارے کاموں میں ہوئی اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما''۔

قرآن مجید کی اس آیت میں ربّیون اور ربانی لوگوں ہی کی خصلتوں اور عادات کو دعائیہ اسلوب میں بیان فرمایا کہ صابرین اور مستقیم کردار رکھنے والوں کی یہ بھی نشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنی تقصیرات کو تسلیم کرتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگتے رہتے ہیں۔ اسراف کا معنیٰ کیا ہے؟ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اسراف کا معنیٰ کسی شئی میں زیادتی کرنا اور حدود سے تجاوز کرنا ہوتا ہے۔ ذنوب گناہ ہوتے ہیں اور سوچوں اور فیصلوں کی غلطیاں اسراف ہوتا ہے۔ اہل اللہ ہونے کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ سوچوں اور بدنوں کے ہر قسم کے گناہوں پر اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ دعا میں ثابت قدمی سے پہلے تقصیرات پر عفو طلبی کا ذکر ہے۔ وھبہ لکھتے ہیں: پاکیزہ نفسی اجابت دعا کا ذریعہ بنتی ہے اس لئے پہلے گناہوں کی مغفرت کا ذکر ہے بعد ازاں یہ دعا مذکور ہے کہ ہمارے قدموں میں ثبات لا اور کافر قوم پر ہمیں نصرت سے نواز (501)۔ اوصاف میں ترتیب جہاں منطقی ہے وہاں روحانیت میں وفور اور برکت پیدا کرنے کے بنیادی ذرائع کا بھی تعین کر دیا گیا۔ شکوک، شبہات اور نجاستِ ذنوب میں پھنسا ہوا شخص کسی قابل نہیں ہوتا اور ان چیزوں سے چھٹکارا صلاحیت ساز ہوتا ہے۔

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴۸﴾

''پس اللہ نے انہیں دنیا میں بھلائی بخشی اور ثواب آخرت کا حسن بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

آیت میں سب سے خوبصورت اور قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ آیت کا آغاز ''فا'' تعقیبیہ کے ساتھ ہو رہا ہے۔ علامہ آلوسی اس ''فا'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہاں ''فا'' تعقیب ہے ''الوصل'' کا معنیٰ دے رہی ہے یعنی ایک کام کے ساتھ ہی دوسرے کام کے وصل کا مفہوم پیدا ہو رہا ہے۔ تفسیری معنیٰ یہ ہوگا کہ ابھی صابرین اور محسنین کی دعا ختم نہیں ہوئی اس کی اجابت کا معنوی اتصال ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے (502)۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ''ثَوَابَ الدُّنْیَا'' سے مراد کیا ہے؟ قتادہ کہتے ہیں کہ آیت میں دنیوی ثواب سے مراد فتح، غلبہ، تمکن اور نصرت ہے اور ابن جریج نے اس جملہ کا معنیٰ امداد کرنا اور مالِ غنیمت عطا کرنا سمجھا ہے۔ ''ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ'' کا معنیٰ اللہ کی رضا اور رحمت ہے اور قتادہ اس سے جنت مراد لیتے تھے۔ ''ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ'' کے ساتھ حسن کی قید خصوصی فضل اور استحقاق سے زیادہ عطا کی طرف اشارہ ہے (503)۔

علامہ ابو حیان اندلسی نے لکھا (504):

''اللہ تعالیٰ کے ہاں جب بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیتا ہے اور عجز میں ڈوب جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے محسن یعنی محبوب بنا لیتا ہے۔ اس طرح کا مفہوم عملی پختگی پر بھی متبادر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حسن نیت کے ساتھ جہد و عمل کی طرف بڑھنے والوں کو محبت اور پیار سے نواز دیتا ہے''۔

روح البیان کا یہ نقطہ بھی احسن ہے کہ اللہ تعالیٰ صابرین اور محسنین اس وقت بناتا ہے جب وہ تگ و تاز کے میدان میں اپنے بندوں کو اچھی طرح آزما لیتا ہے (505)۔

و اللہ اعلم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

''اے ایمان والو! اگر تم نے کافر لوگوں کی اطاعت کی تو وہ تمہیں الٹا پھیر دیں گے ایڑیوں پر، یوں تم خسارے والے ہو کر گھومو گے''۔

جلال الدین سیوطی نے در منثور میں لکھا (506):

''اے ایمان والو! تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم یہود و نصاریٰ سے کوئی نصیحت قبول نہ کرو اور یہ بھی ضروری ہے کہ تم اپنے دین کی تصدیق ان سے نہ چاہو ورنہ تمہیں وہ دین میں نقصان پہنچا دیں گے''۔

غزوۂ احد کے بعد مدینہ میں اسلام دشمن قوتوں نے اسلام کے بارے میں منافرت کی تحریک شروع کر دی تھی۔ یہودی اور عیسائی کمزور مسلمانوں کی نفسیاتی سستیوں سے فائدہ اٹھا کر اسلام کے بارے میں لوگوں کو بدظن کر رہے تھے۔ آیت مسلمانوں کو کفار کی پیروی کرنے سے ڈراتی ہے۔ آج بھی یہود و نصاریٰ اپنے ڈھیٹ اور زہریلے آباو اجداد کے نقش قدم پر چل کر اسلام کے بارے میں منفی ادب تخلیق کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی عقل میں اسلامیت کا آجانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا زندگی کے لیے آکسیجن ضروری ہوتی ہے اور انہیں ہر زمانے میں یہ فیصلہ کر لینا چاہیے کہ یہود و ہنود اور نصاریٰ و پارسی مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں کر سکتے۔ یہ قرآن کی تعلیم ہے کہ ان قوموں کے بارے میں مسلمان ہوشیار رہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کرنے کے لیے تھی کہ کہیں وہ ابوسفیان کے لشکر میں دلچسپی نہ لینے لگ جائیں۔ دراصل عبداللہ بن ابی اُحد میں محمد ﷺ کی شہادت کی خبر پھیل جانے کے بعد یہ زہریلا پروپیگنڈا کر رہا تھا کہ محمد ﷺ اگر سچے ہوتے معاذ اللہ! تو مسلمانوں کو یہ نقصان کیوں اٹھانا پڑتا۔ یہ آیت اس لیے اتری کہ مسلمان منافقین کی باتیں سننے سے گریز کریں (507)۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

''بلکہ اللہ تمہیں اپنی ولایت بخشنے والا ہے اور وہی بہتر مددگار ہے''۔

اس آیت میں مسلمانوں کی ولایت کا مرجع بتایا جا رہا ہے اور ''ولایت'' کی جاذبیت اسلامی زندگی پر جو اثر مرتب کرتی ہے اس کی حقیقی تصویر قاری قرآن کو بتلائی جا رہی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی عظیم مفسر ہیں ان کی زندگی میں چونکہ صالحین اور عارفین کے افکار اور صحبت کی خوشبو نمایاں تھی اس لیے ان کا آیت فہمی کا اسلوب بھی کشش رکھتا ہے۔ آپ خامہ فرسائی فرماتے ہیں (508):

''مَوْلٰىكُمْ'' کا معنیٰ ہے اللہ تم سے محبت رکھتا ہے، وہ تمہارا مددگار ہے، وہ تمہاری حفاظت کرنے والا ہے اور وہی ہے جو تمہیں دین پر قائم رکھنے کی مدد سے نوازتا ہے، اس لیے جو اللہ والا ہوتا ہے وہ مولا والا ہوتا ہے اس لیے غیروں کی طرف دیکھتا ہی نہیں''۔

اس دنیا میں جو محبت والے ہیں، مولا والے بھی وہی ہیں، اس لیے ایسے کاملین سے بے رخی برتنا فساد ہے۔ بات جو سمجھائی جا رہی ہے وہ سمجھ میں آنے والی ہے کہ کافر لوگوں کو اپنا حامی اور مددگار نہ سمجھا جائے اور اپنی اطاعت، محبت اور وفا کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پھیر دیا جائے (509)۔ اس جملے کا مطلب بھی یہی ہے کہ جس کا میں مولا ہوں یہ علی بھی اس کا مولا ہے۔ ایمان والے سب ایک دوسرے کے محب، وفادار اور پشت پناہ ہوتے ہیں۔ آیت کا جملہ روحانیت ساز اور محبت افزا ہے اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے۔

سند المفسرین علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں (510):

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے اس لیے کہ مطلق قدرت اسی کے لیے ثابت ہے اور پھر یہ کہ ظاہر اور باطن کا علم بھی وہی رکھنے والا ہے۔ وہ لوگوں کی دعاؤں اور ان کی نیاز مندیوں سے باخبر ہے اس لیے وہ مددوں سے نوازتا ہے۔ مددوں سے بھی نوازتا ہے اور محبتوں سے بھی نوازتا ہے اور پھر وہ ایسا کریم ہے جس کی جود و عطا میں بخل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جس کو جتنا چاہے عطا کرے، اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ اللہ کی توفیق سے انسان انسان کی بھی مدد کرتا ہے لیکن انسانی مدد خدائی مدد سے کیا نسبت رکھ سکتی ہے۔ اللہ کی قدرت، علم اور جود و عطا کی وسعتوں کا کوئی غیر تصور بھی نہیں کر سکتا، اس لیے ''خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ'' ہونا اسی کی صفت ہے اور مدد کے خزانے کے حصول کے لیے اللہ ہی کی طرف رجوع ہونا چاہیے''۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

ہم بہت جلد کفر کرنے والوں کے دل میں رُعب ڈال دیں گے اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک قرار دیا اسے جس کے ساتھ اس نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظلم کرنے والوں کا ٹھکانہ بہت ہی بُرا ہے''۔

قرآن مجید کی یہ آیت شاخ تر سے زیادہ تازگی رکھنے والی دعوت اور حقیقت پر مشتمل ہے، اس میں پانچ اعلانات ہیں:

☆ اہل کفر کے دلوں میں ہم رعب ڈالتے ہیں۔

☆ کفر والے کھوٹے اور خسیس لوگ ہیں، ان کے شرک اور شریکوں نے ان کی تباہی مچا دی ہے۔

☆ مشرکین ''سلطان'' سے محروم ہیں اس لیے ان کے افکار، ان کی صحبت اور ان کے اقدامات ان کی اپنی ہی تباہی کا اعلان ہوتا ہے۔

☆ کافروں اور ظالموں کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے۔

☆ اہل کفر جب بھی اہل ایمان کے مقابلے میں اتریں گے اللہ تعالیٰ ایمان اور محبت والوں کو مدد اور سلطان سے نوازے گا۔

آیئے! سب سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ ''رعب'' کیا چیز ہے۔

یہ ایمان والوں کی طرف سے ایک خدائی تحفہ، اسلحہ اور روحانی سوغات ہے۔

عربی زبان میں ''رعب الحوض'' کا معنیٰ ہوتا ہے ''حوض پانی سے بھر گیا''۔ اس اعتبار سے ''رُعب'' خوف سے دلوں کو بھر دینا ہوگا۔ ''الرعیبہ'' اونٹ کی کوہان کاٹ دینا ہوتا ہے (511)۔ راغب اصفہانی نے لکھا کہ خوف سے دل بھر جانا اور زبان کا بولنے سے عاجز آجانا ''ترعیب'' ہوتا ہے (512)۔

آیت میں غزوۂ احد کے بعد ابوسفیان کی فوج کا مرعوب ہو جانا مراد ہے۔ عمود تفسیر اہل ایمان کی وہ دھمک ہے جس سے اہل شرک پر لرزا طاری ہو جاتا ہے اور یہ القاو اعطا اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت سے ہوتا ہے (513)۔

''رعب'' کا معنیٰ سمجھنے میں رحمت عالم ﷺ کی حدیث بھی مدد کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (514):

''مجھے انبیاء پر چار چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ میرے لیے اور میری اُمت کے لیے تمام زمین کو مسجد اور مطہر بنا دیا گیا، ایک مہینہ کی راہ سے میرے

دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال کر میری مدد کی گئی اور مال غنیمت میرے لیے حلال کر دیا گیا''۔

آیت کے پہلے حصے کا قرطبی نے یہی معنیٰ لکھا کہ ہم عنقریب مشرکین کے دلوں کوخوف اور فزع سے بھر دیں گے(515)۔

سلطان کا معنیٰ کیا ہے؟

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لفظ "سلطان" کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''سلطان'' تسلیط سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ قدرت ہوتا ہے۔اسی مناسبت سے حاکمہ کی طاقت سلطان کہلاتی ہے۔ابن درید کہتے ہیں کہ شدت، طاقت اور کاٹ کی وجہ ہی سے لوہے کو "سلیط" کہتے ہیں۔ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر جو قہر اور دبدبہ ظاہر کرتا ہے وہ" سلیطه" ہوتا ہے۔ جوعورت بہت چیخے اور چلائے وہ" سلیطه" ہوتی ہے اور جو مرد گفتگو میں دوسروں پر غالب آ جائے وہ "سلیط" ہوتا ہے۔دلیل بھی چونکہ دوسروں کو مغلوب کر لیتی ہے اس لیے وہ بھی "سلطان" کہلاتی ہے(516)۔

اہل کفر اور اہل شرک "سلطان" سے محروم لوگ ہوتے ہیں۔ان کا تکیہ صحیح نہیں ہوتا۔ان کا بھروسہ اور اعتماد کمزور سہاروں پر ہوتا ہے۔سید قطب نے اپنی تفسیر میں یہ درست لکھا ہے کہ کوئی تصور، کوئی عقیدہ، کوئی نظریہ اور کوئی شخصیت اتنی ہی مؤثر ہو سکتی ہے جس قدر اس کے باطن میں قوت کا داعیہ موجود ہو۔اسی روحانی قوت، اعتماد اور روشنی کے مطابق ہی اس شخص کی جدوجہد قائم ہوتی ہے اور باطنی اور روحانی طاقتوں کا سر چشمہ سچائیاں ہوتی ہیں۔اللہ کی دی ہوئی یہ روحانی طاقت''سلطان'' ہوتی ہے(517)۔

قرآن مجید اعلان کرتا ہے کہ شرک کی موجودگی میں ''سلطان'' کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔یہ لوگ تو روحانی سچائیوں سے محروم ہوتے ہیں دوزخ کی آگ ہی ان کا ٹھکانہ ہوتا ہے۔

چراغ جلانے کے لیے جو تلوں کا تیل استعمال ہوتا ہے وہ بھی "سلیط" ہوتا ہے۔قرطبی نے ٹھیک لکھا کہ وہ تمام طاقت کے سرچشمے اور روشنی کے ذرائع جو مقصود کو قوت دیں وہ "سلطان" کہلاتے ہیں۔اس اعتبار سے محبت، بیان حق، برھان، روحانی طاقت، اعتماد، بھروسہ، دل میں سچائی کے لیے جذبہ محرکہ، صحیفہ، وحی اور وجود نبوت "سلطان" ہونے کی صورتیں ہیں(518)۔

آیت میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ ظالموں کے مراجع بہت بری جگہیں ہوتی ہیں۔بلاشبہ ''مَثْوٰی'' کا معنیٰ رات کو لوٹ کر آنے کی جگہ ہوتی ہے اور یہاں ظالمین کے وہ ٹھکانے جو بروز محشر ان کو ملیں گے وہی مراد ہیں لیکن دنیا میں بھی ظالم کو جہاں سے مدد ملے وہ بہت بُری جگہ ہوتی ہے۔ظلم کا امدادی چشمہ ''مَثْوٰی خیر'' نہیں بن سکتا کیوں نہ وہ ''خیر القرون'' کو چھو لے، منافق تو منافق ہی ہوتا ہے کیوں نہ وہ مدینہ میں رہتا ہو۔

آفات روحانی کی جڑیں

حضرت شیخ ابو علی فرماتے ہیں کہ روحانی آفات تین بیماریوں کی وجہ سے آتی ہیں(519):

1۔ طبیعت

2۔ ملازمۃ العادۃ

3۔ اور فساد صحبت

آپ سے پوچھا گیا طبیعت سے متعلق بیماریوں کی علامت کیا ہوتی ہے؟

آپ نے فرمایا:''اکل حرام''۔

آپ سے پھر سوال ہوا کہ ملازمۃ العادۃ کی علامات ارشاد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا جن اشیاء کا دیکھنا سننا حرام ہے انہیں دیکھنا اور سننا جیسے غیبت ہے۔

آخر میں آپ سے پوچھا گیا فساد الصحبہ کی نشانیاں کون سی ہیں؟

آپ نے فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے کہ نفس میں کوئی شہوت ابھرتی ہے تو نفس اسے پورا کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور یوں وہ شخص ظلمتوں میں ڈوب جاتا ہے۔

آیت کا ملخص روحانی زندگی کے قاعدوں کو قاریٔ قرآن کے سامنے کھول دینا ہے۔

کفر بزدلی ہے، حماقت ہے اور بربادی اس سے نفرت، طاقت اور قوت کا مرجع تلاش کر لینا ہے۔شرک اور شہوت ظلمتوں کی آگ میں چھلانگ لگا لینا ہے، دونوں سے بیزاری قرآنی دعوت پر لبیک کہنا ہے۔

"سلطان" روحانی زندگی کا قلعہ ہے۔یہ ہر شخص کو نہیں ملتا صرف صاحبِ عقیدہ ہی اس کردار کے آسمان پر قدم رکھ سکتا ہے۔عرش بھی اسی راستے کی ایک منزل ہے۔

ظلم آگ کا ایندھن ہوتا ہے اس لیے ظالموں سے ہمیشہ دور رہیں۔

حوالہ جات

(500) الکشاف: زمخشری

(501) التفسیر المنیر: وھبہ

(502) روح المعانی: آلوسی

(503) روح المعانی: آلوسی ایضاً جلالین ایضاً صاوی

(504) البحر المحیط: ابوحیان اندلسی

(505) روح البیان: اسماعیل حقی

(506) درمنثور: سیوطی

(507) تفسیر مظہری: ثناء اللہ پانی پتی ایضاً قرطبی

(508) تفسیر مظہری

(509) البحر المحیط: ابوحیان اندلسی

(510) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

(511) تاج العروس: زبیدی ایضاً قرطبی

(512) مفردات: راغب اصفہانی ایضاً قرطبی

(513) اسباب النزول: سیوطی

(514) درالمنثور: سیوطی

(515) الجامع لاحکام القرآن: قرطبی

(516) تفسیر کبیر: رازی ایضاً قرطبی

(517) فی ظلال القرآن: سید قطب

(518) تفسیر قرطبی: قرطبی

(519) روح البیان: اسماعیل حقی

امیر المومنین خلیفۂ راشد امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام

حافظ سخی احمد

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسَنٌ مِنِّي، وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ (المعجم الکبیر)

''حسن مجھ سے ہے اور حسین علی المرتضیٰ سے ہے''۔

امام حسن پاک علیہ السلام کے ساتھ یہ تاریخ کا جبر اور اپنوں کی بے وفائی ہے کہ جنت کے سردار ہونے کے باوجود آپ کا ذکرِ مبارک کم کیا جاتا ہے۔ مانتے بھی ہیں کہ خلافت راشدہ کی مدت امام حسن پاک کے بغیر پوری نہیں ہوتی لیکن حق چار یار کے نعرے کے ساتھ ہی اُنہیں خلفائے راشدین کی صفوں سے خارج بھی کر دیا جاتا ہے۔ عجب تضاد ہے کہ اہل کساء میں سے جانتے اور مانتے بھی ہیں مگر اُن کا ذکر جمیل کرتے ہوئے طبیعتوں میں گھٹن بھی محسوس کرتے ہیں۔ 15۔ رمضان المبارک آپ کا یومِ ولادت ہے اسی مناسبت سے درج بالا فرمان رسول کریم ﷺ کی تفہیم قارئین دلیل راہ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے جسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور مسند الشامین میں روایت کیا ہے۔

درج بالا حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے شہزادہ حضرت امام حسن پاک علیہ السلام کو خود سے نسبتِ خاص دی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی مولا علی پاک کرم اللہ وجہہ سے نسبتِ خاص عطا فرمائی اگرچہ دیگر مقامات پر آقا کریم ﷺ نے مولا حسین پاک علیہ السلام کو بھی "حسین منی" کا اعزاز عطا فرمایا۔

فرمانِ رسول پاک ﷺ کی تفہیم کے لیے درج ذیل نکات قائم کیے جا رہے ہیں:

1۔ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت:

امام حسن اور امام حسین علیہما السلام دونوں ہی حُسنِ کامل، حُسنِ کائنات، جانِ کائنات، سراجِ منیر رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے مگر امام حسن پاک علیہ السلام کی رسول اللہ ﷺ سے مشابہت تامہ اور کاملہ کا عالم درج ذیل روایات سے نمایاں ہے:

اخبرني انس، قال: "لم يكن احد اشبه بالنبي صلى الله عليه وسلم من الحسن بن علي" (بخاری)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ اور کوئی شخص نبی کریم ﷺ سے زیادہ مشابہ نہیں تھا''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور روایت یہی تھی کہ امام حسن المجتبیٰ ہی رسول اللہ ﷺ سے لوگوں میں سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔

مسند امام احمد بن حنبل کی روایت پیش خدمت ہے:

حَدَّثَنِي أَبُو جُحَيْفَةَ، "أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَشْبَهَ النَّاسِ بِهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ"

نیز پدرِ حسنین کریمین حضرت مولا مشکل کشا جب خود بھی اپنے صاحبزادوں کے حُسن و جمال کو جلوہ دیکھتے تو عکسِ رسول پاک اُن میں دیکھائی دیتا اور پھر فخر سے گواہی دیتے ہوئے ارشاد فرماتے:

عن علي رضى الله عنه، قال: من سره أن ينظر الي أشبه الناس برسول الله ﷺ مابين عنقه الي وجهه فلينظر إلي الحسن بن علي، و من سره أن ينظر إلي أشبه الناس برسول الله ﷺ ما بين عنقه الي كعبه خلقا و لونا فلينظر إلي الحسين بن علي

''حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ وہ لوگوں میں ایسی ہستی کو دیکھے جو گردن سے چہرے تک حضور نبی اکرم ﷺ کی سب سے کامل شبیہ ہو تو وہ حسن بن علی کو دیکھ لے اور جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ وہ لوگوں میں ایسی ہستی کو دیکھے جو گردن سے ٹخنے تک رنگت اور صورت دونوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی سب سے کامل شبیہ ہو تو وہ حسین بن علی کو دیکھ لے''۔ (المعجم الکبیر)

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: الْحَسَنُ أَشْبَهُ النَّاسِ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ فضائل الصحابه

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے سر سے لے کر سینے تک مشابہ تھے۔

أَنَّهُ سَمِعَ هُبَيْرَةَ بْنَ يَرِيمَ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَشْبَهِ النَّاسِ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ عُنُقِهِ إِلَى وَجْهِهِ وَشَعْرِهِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الشريعة الاجرى

''حضرت ہبیرہ بن یریم فرماتے ہیں کہ میں مولا علی پاک علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا دل چاہے وہ ایسے انسان کو دیکھے جو وہ رسول اللہ ﷺ سے گردن سے لے کر چہرے اور بالوں تک مشابہ ہو تو اُسے چاہے کہ وہ میرے صاحبزادے حسن بن علی کی زیارت کرے''۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کا چہرہ۔۔۔۔۔۔رسول اللہ ﷺ جیسا

خلیفہ راشد حسن المجتبیٰ کی زلفیں۔۔۔۔۔۔محبوب ربّ العالمین ﷺ جیسی

اہل کساء میں شامل حسن پاک کی گردن و سینہ بھی۔۔۔سید الانبیاء والمرسلین ﷺ جیسا چہرہ، خدوخال، زلفیں، گردن، پیشانی اور سینہ کی ایسی ہی مماثلت و مشابہت کی بنا پر

امام حسن پاک علیہ السلام کے لیے آقا کریم ﷺ نے "حسن منی" کی نسبت عطا فرمائی جبکہ اس مقام پر مولا حسین پاک علیہ السلام کو مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے نسبت عطا فرمائی۔

ابن عساکر کی روایت اس عقدہ کو کھول کر بیان کر دیتی ہے:

عن محمد بن الضحاک الحزامي قال : كان وجه الحسن بن علي يشبه وجه رسول الله ﷺ و كان جسد الحسين يشبه جسد رسول الله ﷺ

"محمد بن ضحاک حزامی روایت کرتے ہیں کہ حسن بن علی علیہما السلام کا چہرہ مبارک حضور نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ اقدس کی شبیہ تھا اور حسین کا جسم مبارک حضور نبی اکرم ﷺ کے جسم اقدس کی شبیہ تھا"۔

(ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر)

2۔ صلح امام حسن پاک علیہ السلام اور صلح حدیبیہ:

چھ ہجری میں آقا کریم ﷺ نے کفار مکہ سے اُس وقت صلح فرمائی جب کہ بیعت رضوان ہو چکی تھی اور مسلمان شہادت کے جذبے سے سرشار تھے نیز صلح ایسی شرائط پر ہوئی جو بظاہر نہایت ہی مشکل دکھائی دے رہی تھیں مگر قرآن مجید میں اللہ ربّ العالمین نے اسے فتح مبین قرار دیا۔ اسی صلح کے نتیجے میں بہت سے سردارانِ قریش نے ایمان قبول کیا۔ اگرچہ کفار نے اس صلح کو خود ہی توڑ دیا اور فتح مکہ کی راہ ہموار ہوئی۔

اسی طرح نواسۂ رسول، شہزادۂ جنت، راکب دوش رسول امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام نے بھی خلافت سے دستبرداری کر کے مسلمانوں میں اتحاد کی خاطر صلح فرمائی، اگرچہ اس موقع پر بھی جاں نثارانِ خاندانِ اہل بیت کی کمی نہ تھی مگر اسلام کی بقا و فروغ کی خاطر منصب چھوڑ دیا۔ صلح حدیبیہ کی طرح یہاں بھی صلح کی شرائط سے انحراف دوسری طرف سے کیا گیا۔

امام حسن کے کردار پر نظر کی جائے تو اخلاق میں نبی پاک کا جمال، کردار میں علی کا انداز، شجاعت میں ہاشم کا جلال، استقلال میں ابو طالب کے تیور، ایمان و یقین میں عبد المطلب کا نقشہ، خاندان کی عزت، بزرگوں کی یادگار، مذہب کا ذمہ دار، اسلام کا خطیب، صلح کا نقیب، قرآن کا مفسر، اُمت کا مصلح، کعبہ کا محافظ اور سیرت رسول کا ایسا وارث کہ ہجوم مصائب میں طعن و طنز کے باوجود حدیبیہ کی تاریخ دہرا کر صلح کر لی اور اسلام کو ایک بڑے خطرے سے بچا لیا۔

رسول اللہ ﷺ کا وارث:

امام طبرانی ہی المعجم الکبیر میں بیان کرتے ہیں:

عن فاطمة بنت رسول الله ﷺ : أنها أتت بالحسن والحسين أباها رسول الله ﷺ في شكوة التي مات فيها، فقالت : تورثهما يا رسول الله شيئاً. فقال : أما الحسن فله هيبتي وسؤددي وأما الحسين فله جراتي وجودي

"سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام کو رسول کریم ﷺ کے مرض الوصال کے دوران آپ کی خدمت میں لائیں اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، حسن میری ہیبت اور سرداری کا وارث ہے اور حسین میری جرأت اور سخاوت کا وارث ہے"۔

رسول اللہ ﷺ کی سرداری کا وارث ۔۔۔ پیارا حسن علیہ السلام
اللہ کے محبوب کی ہیبت کا جانشین ۔۔۔ پیارا دلبر حسن علیہ السلام

اسی لیے امام بخاری نے بھی تذکرۂ امام حسن پاک کرتے ہوئے آقا کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل فرمایا:

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

"میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروا دے گا"۔

اللہ کے پاک اور سوہنے محبوب ﷺ نے اپنے حسن کو ایسا سردار بنایا کہ اگر وہ صلح کے بعد منصب چھوڑ بھی دے پھر بھی سردار و سید میرا بیٹا ہی ہے۔ امام حسن ایسا سردار ہے جو اس دُنیا میں بھی سردار ہے اور جنت کا بھی سردار ہے۔ وہ خلافت سے اُمت کی اصلاح و اتحاد کی خاطر دستبرداری اختیار کر بھی لے تو مصطفیٰ کریم ﷺ کی ہیبت و رعب و دبدبہ ہمیشہ حسن المجتبیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی رہے گا۔ سرداری تو نام ہی حاکمیت و اختیار کا ہے اور یہ ہیبت و دبدبہ سے حاصل ہوتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے تو مراد یہ ٹھہری کہ میرا تحمل و بردباری حسن سے ظاہر ہو گی جس میں رُعب و ہیبت کا غلبہ ہو گا جبکہ میرا حسین میری جرأت و بہادری کا وارث بنے گا۔ علی کی شجاعت بھی مجھ سے ہے، علی کا فن حرب بھی میرے لیے ہے اور علی کی بہادری کا جوہر بھی اگرچہ مجھ ہی سے ہے اور علی کے یہ سارے جوہر میرے پیارے حسین میں ظاہر ہوں گے۔

کنز العمال کی ایک اور روایت پیش خدمت ہے جو اس عنوان محبت کو مزید مؤکد کرتی ہے:

عن أم أيمن رضي الله عنها قالت : جاءت فاطمة بالحسن و الحسين إلي النبي ﷺ، فقالت : يا نبي الله صلى الله عليك وسلم! انحلهما؟ فقال : نحلت هذا الكبير المهابة والحلم، و نحلت هذا الصغير المحبة والرضي

"حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا حسنین کریمین علیہما السلام کو ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان دونوں بیٹوں حسن و حسین کو کچھ عطا فرمائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے اس بڑے بیٹے (حسن) کو ہیبت و بردباری عطا کی اور چھوٹے بیٹے (حسین) کو محبت اور رضا عطا کی"۔

مصطفیٰ کریم ﷺ کی بردباری کا وارث ۔۔۔ حسن المجتبیٰ ٹھہرے
اور مولا علی مشکل کشا کی شجاعت کے وارث ۔۔۔ حسین پاک کو بنا دیا

زمین سے تا بہ فلک ہر طرف صدائے حسن
بلند و بالا و برتر ہوا لوائے حسن
وہ ذات پاک ہے ابن علی ، سبط نبی
مری نگاہ سُرمہ ہے خاک پائے حسن

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

شیخ الاسلام پروفیسر محمد طاہر القادری زید مجدہ

فَصْلٌ فِي مَنَاقِبِ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رضی الله عنها

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان

1. عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه واله وسلم مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيْجَةَ، هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي، لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا، وَ أَمَرَهُ اللهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ، وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِي فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں کرتی جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر، حالانکہ وہ میرے نکاح سے پہلے ہی وفات پا چکی تھیں لیکن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا (کثرت سے) ذکر فرماتے ہوئے سنتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ خدیجہ کو موتیوں کے محل کی بشارت دے دیجیے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی بکری ذبح فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی سہیلیوں کو اتنا گوشت بھیجتے جو اُنہیں کفایت کر جاتا''۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(الحدیث رقم 1: أخرجه البخاري في الصحيح، کتاب: فضائل أصحاب النبي، باب: تزویج النبي صلی الله علیه وآله وسلم خدیجة وفضلها، 3 / 1388، الرقم: 3605، ومسلم في الصحیح، کتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل خدیجة أم المؤمنین، 4 / 1888، الرقم: 2435، وأحمد بن حنبل في المسند، 6 / 58، الرقم: 24355، والبیهقي في السنن الکبری، 7 / 307، الرقم: 14574)۔

2. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: أَتَى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَذِهِ خَدِيْجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيْهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي، وَ بَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ خدیجہ ہیں جو ایک برتن لے کر آرہی ہیں جس میں سالن اور کھانے پینے کی چیزیں ہیں، جب یہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب کا اور میرا سلام کہیے اور انہیں جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت دے دیجیے، جس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی''۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(الحدیث رقم 2: أخرجه البخاري في الصحيح، کتاب: فضائل أصحاب النبي، باب: تزویج النبي ﷺ خدیجة و فضلها، 3 / 1389، الرقم: 3609، ومسلم في الصحیح، کتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل خدیجة أم المؤمنین، 4 / 1887، الرقم: 2432، وابن أبي شیبة في المصنف، 6 / 390، الرقم: 32287)۔

3. عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رضي الله عنه: بَشَّرَ النَّبِيُّ ﷺ خَدِيْجَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''حضرت اسماعیل سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دی تھی؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں (جنت میں) ایسے محل کی بشارت دی تھی جو موتیوں سے بنا ہوگا اور اس میں نہ شور و غل ہوگا اور نہ کوئی اور تکلیف ہوگی''۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(الحدیث رقم 3: أخرجه البخاري في الصحيح، کتاب: فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب: تزویج النبي ﷺ خدیجة وفضلها، 3 / 1389، الرقم: 3608، ومسلم في الصحیح، کتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل خدیجة أم المؤمنین، 4 / 1887، الرقم: 2433، وابن أبي شیبة في المصنف، 6 / 390، الرقم: 32288)۔

4. عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے زمانے کی سب سے بہترین عورت مریم ہیں اور (اسی طرح) اپنے زمانے کی سب سے بہترین عورت خدیجہ ہیں''۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(الحدیث رقم 4: أخرجه البخاري في الصحيح، کتاب: فضائل أصحاب النبي، باب: تزویج النبي ﷺ خدیجة و فضلها، 3 / 1388، الرقم: 3604، ومسلم في الصحیح، کتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل خدیجة أم المؤمنین، 4 / 1886، الرقم: 2430، وابن أبي شیبة

فی المصنف، 6 / 390، الرقم: 32289)۔

5. عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتِ: اسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ، هَالَةَ، قَالَتْ: فَغِرْتُ فَقُلْتُ: مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوْزٍ مِنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ، حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ، هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ خَيْرًا مِنْهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اجازت طلب کرنا سمجھ کر کچھ لرزہ براندام سے ہوگئے۔ پھر فرمایا: خدایا! یہ تو ہالہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رشک ہوا۔ پس میں عرض گزار ہوئی کہ آپ قریش کی ایک سرخ رخساروں والی بڑھیا کو اتنا یاد فرماتے رہتے ہیں، جنہیں فوت ہوئے بھی ایک زمانہ بیت گیا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کا نعم البدل عطا نہیں فرما دیا ہے؟" یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(الحدیث رقم 5: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب: تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها، 3 / 1389، الرقم: 3610، ومسلم في الصحيح، كتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل خديجة أم المؤمنين، 4 / 1889، الرقم: 2437، والبيهقي في السنن الكبرى، 7 / 307، الرقم: 14573)

6. عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلٰى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ، وَمَا رَأَيْتُهَا، وَلٰكِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ إِلَّا خَدِيْجَةُ؟ فَيَقُوْلُ: إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں ہے لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی بکری ذبح فرماتے تو اس کے اعضاء کو علیحدہ علیحدہ کر کے انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملنے والی عورتوں کے ہاں بھیجتے۔ کبھی میں اتنا عرض کر دیتی کہ دنیا میں کیا حضرت خدیجہ کے سوا اور کوئی عورت نہیں ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: ہاں وہ ایسی ہی یگانہ روزگار تھیں اور میری اولاد بھی ان سے ہے"۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 6: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب: تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها، 3 / 1389، الرقم: 3607)۔

7. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلٰى نِسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا عَلٰى خَدِيْجَةَ، وَإِنِّي لَمْ أُدْرِكْهَا، قَالَتْ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ فَيَقُوْلُ: أَرْسِلُوْا بِهَا إِلٰى أَصْدِقَاءِ خَدِيْجَةَ. قَالَتْ: فَأَغْضَبْتُهُ يَوْمًا فَقُلْتُ: خَدِيْجَةَ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنِّي قَدْ رُزِقْتُ حُبَّهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر رشک نہیں کیا، سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے (یعنی میں ان پر رشک کیا کرتی تھی) اور میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی بکری ذبح کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ اس کا گوشت حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے ہاں بھیج دو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دن غصہ میں آ گئی اور میں نے کہا: خدیجہ، خدیجہ ہی ہو رہی ہے۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدیجہ کی محبت مجھے عطا کی گئی ہے"۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 7: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل خديجة أم المؤمنين، 4 / 1888، الرقم: 2435، وابن حبان في الصحيح، 15 / 467، الرقم: 7006)۔

8. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمْ يَتَزَوَّجِ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى خَدِيْجَةَ حَتّٰى مَاتَتْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں فرمائی یہاں تک کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا"۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 8: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل خديجة أم المؤمنين، 4 / 1889، الرقم: 2436، والحاكم في المستدرك، 3 / 205، الرقم: 4855، وعبد بن حميد في المسند، 1 / 429، الرقم: 1475)۔

9. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا غِرْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ عَلٰى امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ لِكَثْرَةِ ذِكْرِهِ إِيَّاهَا، وَمَا رَأَيْتُهَا قَطُّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی عورت پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا کہ میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک کیا ہے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا کثرت سے ذکر فرمایا کرتے تھے حالانکہ میں نے ان کو کبھی بھی نہیں دیکھا تھا"۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 9: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل خديجة أم المؤمنين، 4 / 1889، الرقم: 2435)۔

10. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيْجَةَ وَ لَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي بِثَلَاثِ سِنِيْنَ. لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا، وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ عزوجل أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ ثُمَّ يُهْدِيَهَا إِلَى خَلَائِلِهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

''حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کسی عورت پر اس قدر رشک نہیں کیا جس قدر کہ میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا میری شادی سے تین سال پہلے وفات پا چکی تھیں (اور میں یہ رشک اس وقت کیا کرتی تھی) کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردگار نے حکم فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں خولدار موتیوں سے بنے ہوئے گھر کی خوشخبری دے دو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی بکری ذبح کرتے تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت بھیجا کرتے تھے''۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 10: أخرجہ مسلم فی الصحیح، کتاب: فضائل الصحابۃ، باب: فضائل خدیجۃ أم المؤمنین، 4 / 1888، الرقم: 2435)۔

11. عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: حَسْبُکَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَ آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَ قَالَ: هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے (اتباع واقتداء کرنے کے) لئے چار عورتیں ہی کافی ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرعون کی بیوی آسیہ''۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(الحدیث رقم 11: أخرجہ الترمذی فی السنن، کتاب: المناقب، باب: فضل خدیجۃ، 5 / 702، الرقم: 3878، وأحمد فی المسند، 3 / 135، الرقم: 12414، و ابن حبان فی الصحیح، 15 / 464، الرقم: 7003، والحاکم فی المستدرک، 3 / 171، الرقم: 4745)۔

12. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا بَعَثَ أَهْلُ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ أَسْرَاهُمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي فِدَاءِ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ بِمَالٍ، وَ بَعَثَتْ فِيْهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ لِخَدِيْجَةَ أَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلَى أَبِي الْعَاصِ. قَالَتْ: فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيْدَةً، وَ قَالَ: إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيْرَهَا وَ تَرُدُّوْا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا، فَقَالُوا: نَعَمْ، وَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَخَذَ عَلَيْهِ أَوْ وَعَدَهُ أَنْ يُخَلِّيَ سَبِيْلَ زَيْنَبَ إِلَيْهِ وَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: كُوْنَا بِبَطْنِ يَأْجَجَ حَتَّى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتَّى تَأْتِيَا بِهَا. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَ أَحْمَدُ.

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مکہ مکرمہ والوں نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو حضرت زینب (بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی ابوالعاص کے فدیہ میں مال بھیجا جس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وہ ہار بھی تھا جو انہیں (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے) جہیز میں ملا تھا جب ابوالعاص سے ان کی شادی ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرط غم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل بھر آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوگئی فرمایا: اگر تم مناسب سمجھو تو اس (حضرت زینب) کے قیدی کو چھوڑ دیا جائے اور اس کا مال اسے واپس دے دیا جائے؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس (ابو العاص) سے عہد و پیمان لیا کہ زینب کو آنے سے نہیں روکے گا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ تم یاجج کے مقام پر رہنا یہاں تک کہ زینب تمہارے پاس آ پہنچے۔ پس اسے ساتھ لے کر یہاں آ پہنچنا''۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور احمد نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 12: أخرجہ أبوداود فی السنن، کتاب: الجہاد، باب: فی فداء الأسیر بالمال، 3 / 62، الرقم: 2692، وأحمد فی المسند، 6 / 276، الرقم: 26405، والطبرانی فی المعجم الکبیر، 22 / 428، الرقم: 1050)۔

13. عَنْ أَنَسٍ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَ عِنْدَهُ خَدِيْجَةُ قَالَ: إِنَّ اللهَ يُقْرِئُ خَدِيْجَةَ السَّلَامَ. فَقَالَتْ: إِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، وَ عَلَى جِبْرِيْلَ السَّلَامُ، وَ عَلَيْکَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ فِي الْكُبْرَى وَ الْحَاكِمُ. وَ قَالَ الْحَاكِمُ: هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے درآنحالیکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ پر سلام بھیجتا ہے اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بیشک سلام اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جبرائیل علیہ السلام پر سلامتی ہو اور آپ پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں''۔ اس حدیث کو امام نسائی نے السنن الکبریٰ میں اور امام حاکم نے روایت کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(الحدیث رقم 13: أخرجہ النسائی فی السنن الکبری، 6 / 101، الرقم: 10206، والحاکم فی المستدرک، 3 / 206، الرقم: 4856)۔

14. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَطَّ رَسُوْلُ اللهِ

ﷺ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ خُطُوْطٍ، قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا هَذَا؟ فَقَالُوا: اللهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ: خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَ آسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُنَّ أَجْمَعِيْنَ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ ابْنُ حِبَّانَ وَ الْحَاكِمُ.

وَقَالَ الْحَاكِمُ: هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الإِسْنَادِ.

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر چار خطوط کھینچے اور دریافت فرمایا؛ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جنت کی بہترین عورتیں ہیں جو کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت فاطمہ بنت محمد، آسیہ بنت مزاحم جو کہ فرعون کی بیوی ہے اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنھن ہیں''۔

اس حدیث کو امام احمد، امام ابن حبان اور امام حاکم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(الحدیث رقم 14: أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، 1 / 293، الرقم: 2668، و ابن حبان فی الصحیح، 15 / 470، الرقم: 7010، و الحاکم فی المستدرک، 2 / 539، الرقم: 3836)۔

15. عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: كَانَتْ خَدِيْجَةُ أَوَّلَ مَنْ آمَنَ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنَ النِّسَاءِ.

(رواه الحاکم)

''امام ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سے سب سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں''۔

اس حدیث کو امام حاکم نے بیان کیا ہے۔

(الحدیث رقم 15: أخرجه الحاکم فی المستدرک علی الصحیحین، 3 / 203، الرقم: 4844، والبیہقی فی السنن الکبری، 6 / 367، الرقم: 12859، والدولابی فی الذریۃ الطاہرۃ، 1 / 30، الرقم: 16)۔

16. عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: كَانَتْ خَدِيْجَةُ رضی الله عنها أَوَّلَ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَ صَدَّقَ بِرَسُوْلِهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلَاةُ.

(رواه الحاکم)

''امام ابن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز فرض ہونے سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلی خاتون تھیں جو اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے رسول، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے برحق ہونے) کی تصدیق کی''۔ اس حدیث کو امام حاکم نے بیان کیا ہے۔

(الحدیث رقم 16: أخرجه الحاکم فی المستدرک، 3 / 203، الرقم: 4845، وابن أبی شیبۃ فی المصنف، 7 / 249، الرقم: 1099، وابن عبدالبر فی التمہید، 8 / 51، والذہبی فی سیر أعلام النبلاء، 2 / 117، والزہری فی الطبقات الکبری، 8 / 18، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 220)

17. عَنْ رَبِيْعَةَ السَّعْدِيِّ قَالَ: أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ وَ هُوَ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ سَابِقَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ إِلَى الإِيْمَانِ بِاللهِ وَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ.

(رواه الحاکم)

''حضرت ربیعہ سعدی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تمام جہاں کی عورتوں سے پہلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں''۔

اس حدیث کو امام حاکم نے بیان کیا ہے۔

(الحدیث رقم 17: أخرجه الحاکم فی المستدرک، 3 / 203، الرقم: 4846، والمناوی فی فیض القدیر، 3 / 431، والذہبی فی سیر أعلام النبلاء، 2 / 116)۔

18. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا ذَكَرَ خَدِيْجَةَ أَثْنَى عَلَيْهَا فَأَحْسَنَ الثَّنَاءَ. قَالَتْ: فَغِرْتُ يَوْمًا فَقُلْتُ: مَا أَكْثَرَ مَا تَذْكُرُهَا حَمْرَاءَ الشِّدْقِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ عزوجل بِهَا خَيْرًا مِنْهَا. قَالَ: مَا أَبْدَلَنِيَ اللهُ عزوجل خَيْرًا مِنْهَا: قَدْ آمَنَتْ بِي إِذْ كَفَرَ بِيَ النَّاسُ، وَ صَدَّقَتْنِي إِذْ كَذَّبَنِيَ النَّاسُ، وَ وَاسَتْنِي بِمَالِهَا إِذْ حَرَمَنِيَ النَّاسُ وَ رَزَقَنِيَ اللهُ عزوجل وَلَدَهَا إِذْ حَرَمَنِي أَوْلَادَ النِّسَاءِ.

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو ان کی خوب تعریف فرماتے: آپ فرماتی ہیں کہ ایک دن میں غصہ میں آ گئی اور میں نے کہا کہ آپ سرخ رخساروں والی کا تذکرہ بہت زیادہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ تبارک وتعالی نے اس سے بہتر عورتیں اس کے نعم البدل کے طور پر آپ کو عطا فرمائی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے مجھے اس سے بہتر بدل عطا نہیں فرمایا وہ تو ایسی خاتون تھیں جو مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اور میری اس وقت تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اور اپنے مال سے اس وقت میری ڈھارس بندھائی جب لوگ مجھے محروم کر رہے تھے اور اللہ تبارک و تعالی نے مجھے اس سے اولاد عطا فرمائی جبکہ دوسری عورتوں سے مجھے اولاد عطا فرمانے سے محروم رکھا''۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور طبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 18: أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، 6 / 117، الرقم: 24908، والطبرانی فی المعجم الکبیر، 23 / 13، الرقم: 22، وابن الجوزی فی صفوۃ الصفوۃ، 2 / 8، والعسقلانی فی الإصابۃ، 7 / 604، والذہبی فی سیر أعلام النبلاء، 2 / 117، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 224)۔

بقیہ صفحہ 40

حضرت علی رضی اللہ عنہ

میری روح میں یوں فروزاں ہے تُو
میرا دین ہے میرا ایماں ہے تُو
حسین و حسن مشعلیں بن گئے
محمد ﷺ کے گھر میں چراغاں ہے تُو
تیرا گھر جو سچائی پر لُٹ گیا
محمد ﷺ کی اُمت پہ احساں ہے تُو
تیرے لفظ قرآں سے باہر نہیں
ہر اک لفظ میں ایک قرآں ہے تُو
محمد ﷺ کا گھر تجھ سے معمور ہے
محمد ﷺ کا کُل سازو ساماں ہے تُو
یتیموں کو تیرا سہارا ملا
غریبوں کی خاطر پریشاں ہے تُو
تیرے علم کا کچھ ٹھکانہ نہیں
کہ حکمت کا بحرِ فروزاں ہے تُو
تلطف میں تیری نہیں ہے نظیر
ستم کے لیے تیغِ بُراں ہے تُو
علی رضی اللہ عنہ سے عقیدت بڑی ہے تجھے
ولی اپنی ہستی پہ نازاں ہے تُو

حضرت فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا

ابھی تلک ہے زمانے میں روشنی تیری
کہ رَشکِ حور و ملائک ہے زندگی تیری
تیری نگاہ نے ماؤں کو سر بلند کیا
کہ وجہِ رُشد و ہدایت ہے برتری تیری
فلک کے چاند ستاروں نے سر جھکایا ہے
دل و نگاہ نے جس وقت بات کی تیری
ترا مقام ہے مریم سے بھی کہیں اونچا
نہ ہو سکی ہے کسی سے برابری تیری
کہ جیسے چاند کو حاجت نہیں ہے تزئیں کی
ہے رشکِ حُسنِ دو عالم یہ سادگی تیری
تیرے ہی حُسن کا ڈنکا بجا ہے عالم میں
وہی ہے آج بھی کھیتی ہری بھری تیری
تیرے عمل سے ہی اونچا ہے دین کا پرچم
نہ کر سکا کبھی تعریف آدمی تیری
تیری زمیں پہ فرشتوں نے سر جھکایا ہے
کہ لونڈیاں ہیں یہ زہرہ و مشتری تیری
ولی تُو فاطمہ زہرہ کے در پہ سر رکھ دے
عجب نہیں کہ سنور جائے زندگی تیری

ولی کرنالی

خاتونِ جنت حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

علامہ منیر احمد یوسفی

حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی چار دخترانِ ذیشان ہیں جو سبھی کی سبھی خاتون اوّل اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطنِ پاک سے آپ ﷺ کی پاک بیٹیاں ہیں۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں وضاحت فرمائی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ

"اے نبی (کریم رؤف ورحیم ﷺ) آپ (ﷺ) اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے فرمادیں"۔

اگر آپ ﷺ کی اپنی صرف ایک بیٹی پاک ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم قرآنِ مجید میں اُس کا ذکرِ خیر بیٹیاں فرما کر نہ کرتا۔

ربّ ذوالجلال والاکرام کے فرمان سے یہ بات واضح ہوئی کہ رسولِ کریم رؤف ورحیم ﷺ کی اپنی ہی چار بیٹیاں تھیں جن کے نام ترتیب وار اس طرح ہیں:

(۱) حضرت سیّدہ زینب

(۲) حضرت سیّدہ رقیہ

(۳) حضرت سیّدہ اُمّ کلثوم اور

(۴) حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

قرآنِ مجید کے اِرشادِ عظیم کے مطابق اَیسی لڑکی جو بیوہ عورت کے پہلے شوہر سے ہو اور وہ عورت کسی دوسرے شخص سے شادی کرے تو بیوہ عورت کی پہلے شوہر سے لڑکی دوسرے شوہر کی بیٹی نہیں کہلاتی بلکہ "ربیبہ" کہلاتی ہے۔

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ۔۔۔ (النسآء:۲۳)

"اور اُن کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں اُن بیویوں سے جن سے تم صحبت کرچکے ہو"۔

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسولِ کریم رؤف ورحیم ﷺ کی پاک بیٹیوں میں سے سب سے چھوٹی شہزادی ہیں۔

آپ کا اِسمِ مبارک "فاطمہ" ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ آپ کا لقب بتول اور زہرا ہے۔ بتول کا معنی ہے منقطع ہونا' کٹ جانا چونکہ آپ دُنیا میں رہتے ہوئے بھی دُنیا سے اَلگ تھیں۔ لہٰذا بتول لقب ہوا۔ زہرا بمعنی کلی' آپ جنت کی کلی تھیں۔ آپ کے جسم پاک سے جنت کی خوشبو آتی تھی۔ حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سونگھا کرتے تھے۔ اِس لیے آپ کا لقب زہرا ہوا، رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

مختلف روایات کے مطابق آپ اعلانِ نبوت سے ایک سال یا پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسولِ کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ يُرِيْبُنِيْ مَا اَرَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَا اٰذَاهَا

"(حضرت) فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرا ٹکڑا ہے جس نے اِنہیں ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا اور ایک روایت میں ہے جو چیز اِنہیں پریشان کرے مجھے پریشان کرتی ہے اور جو اِنہیں تکلیف دے وہ مجھے ستاتا ہے"۔

(مشکوٰۃ حدیث نمبر ۶۱۳۹' بخاری حدیث نمبر ۳۷۶۷)

ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدر کے بعد نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اِن کا نکاح امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے کردیا۔ نکاح کے موقعہ پر حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے پوچھا: اے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم آپ کے پاس کوئی چیز ہے؟

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑا جہاد کے لئے ضروری ہے۔ زرہ کو فروخت کرڈالو۔ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں' میں نے زرہ اُٹھائی اور بازار مدینہ منورہ میں چلا گیا اور میں نے یہ زرہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ۴۰۰ (چار سو) درہم میں فروخت کردی۔ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان بن عفان نے زرہ خریدنے کے بعد مجھے تحفہ کے طور پر واپس کردی اور میں دونوں چیزیں لے کر نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوگیا۔ حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں دُعائے خیر فرمائی۔

حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ فرمایا۔ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے مجھے ۶۳ درہم عطا فرمائے جن سے میں نے مندرجہ ذیل چیزیں خریدیں۔ ایک مصری بچھونا' ایک چمڑے کا گدا' ایک چمڑے کا بالین جو کھجور کی چھال سے پُر تھا' ایک خیبری قسم کی چادر' پانی کے لیے ایک مشکیزہ' کوزے

بقیہ صفحہ 36

عجب ہے خاک نشینوں کی سلطنت کا نظام

پیر صاحب بھیرہ شریف حضرت پیر محمد محب الرحمٰن قادری نے اپنے ہمیشہ رہنے کے لیے وہ دیس اذنِ الٰہی سے پسند کر لیا جہاں ذروں میں آنکھیں اور خاک میں دل دھڑکتے ہیں ۔ ایک خاصی مدت ہوئی پیر صاحب سے میری ملاقات نہیں ہوئی لیکن ان کے ساتھ ماضی کی یادیں روزِ روشن کی طرح فروزاں ہیں ۔ ایک مرتبہ تربیلہ جھیل میں ان کے ساتھ سفینہ سوار بنا۔ روپہلی موسم میں ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور جھیل کا پُر شفاف پانی دھوپ سے چمک رہا تھا ۔ ایک نعت خوان نے اپنے مدحیہ کلام سے رحمت عالم ﷺ کی مشکبار زلفوں کی خوشبو بانٹی تو پیر صاحب کی آنکھوں میں پانی اتر آیا اور فرمایا:

''عشق رسالت خزانہ ہے''۔

پیر صاحب محبتوں میں ہمیشہ آگے آگے رہتے اور افکار میں مدینہ وحجاز کی قندیلیں روشن رکھتے ۔ اپنی محفل تخیل و عقیدہ کو کبھی میلا نہ کرتے ۔ آپ کے جلسوں میں شرکت رہتی ۔ صاحبزادگان حسنِ تربیت کی علامتیں تھے ۔ آپ میری تنظیمی زندگی کے پختہ مزاج ساتھی تھے ۔ چاہتے تو پتھروں میں لچک پیدا کر لیتے اور اگر جوشِ مزاج کی تعلیٰ سوئے آسمان نظر کرتی تو شگفتہ پھولوں کی پتیاں خوشبو بکھیرنے لگ جاتیں ۔ معصیت زادوں کو آپ نے کبھی منہ نہ لگایا اور سید زادوں سے کبھی رخ نہ پھیرا۔ آپ کی موت کا یقین نہیں آ رہا لیکن عزیزم قاسم نے جب روح فرسا خبر سنائی تو میں ہل گیا اور مُومُو سے آپ کے لیے مغفرت کی دعائیں نکلنے لگیں۔ آپ جامد نہیں مستعد پیر تھے ۔ بڑھاپے میں بھی آرام کا تصور نہیں تھا۔ دین کے لیے جب بھی کوئی آپ سے رابطہ کرتا پیر صاحب کی حالت یہ ہوتی:

کروٹیں لینے لگے پیری کی رگ رگ میں شباب

اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے اور حق کا علم ہمیشہ ان کے صاحبزادگان کا ورثہ رکھے۔ آمین

سید ریاض حسین شاہ

فتح مکہ۔۔۔فتح مبین

پیرفاروق بہاؤالحق شاہ

فتح مکہ سرکار دوعالم ﷺ کی مدنی زندگی کا ایک اہم ترین غزوہ ہے۔عہد نبوی کے تمام غزوات کی ایک الگ اہمیت ہے لیکن مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ فتح مکہ میں اسلامی شوکت کا ایسا اظہار ہوا کہ عالم عرب پر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل ہوکر طواف کا موقع ملا۔کعبۃ اللہ کو بتوں اور تصویروں سے پاک کردیا گیا۔اور ایک طویل عرصہ کے بعد اللہ کی وحدانیت کا علم کعبہ کی چھت پر لہرایا گیا۔

پس منظر

غزوۂ فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل مسلمانوں اور قریش کے مابین صلح حدیبیہ کے نام سے ایک معاہدہ طے پایا تھا۔جس نے خاص طور پر امن وامان کی ایک نئی روح پھونک دی تھی۔اس معاہدہ میں تمام قبائل کو اختیار دیا گیا تھا جس کے ساتھ ان کی مرضی ہے انکے ساتھ اپنا الحاق کرسکتے ہیں۔قبائل مکہ کے دوبڑے قبیلے جنکے نام بنوبکر اور بنوخزاعہ تھے۔ان کی جنگ وجدل اور باہمی دشمنی کی اپنی ایک الگ تاریخ تھی لیکن صلح حدیبیہ کے سبب ایک بار تمام دشمنیاں دب گئیں تھیں۔

چونکہ معاہدہ میں یہ شق شامل تھی کہ جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہوگا وہ اسی کا حصہ تصور کیا جائے گا۔اس پر حملہ اس فریق پر حملہ تصور ہوگا اس معاہدہ کے تحت بنوخزاعہ آقائے دوعالم ﷺ کے گروہ میں شامل ہوگئے۔جبکہ بنوبکر قریش مکہ کے ساتھ شامل ہوگئے۔کچھ عرصہ فریقین پرامن رہے۔اس صلح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کی ترقی میں تیزی آگئی۔ تاہم شعبان آٹھ ہجری 630ء میں بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کردیا۔اس وقت بنوخزاعہ ایک چشمہ پر موجود تھے۔اس موقع پر قریش مکہ نے معاہدہ کی واضح خلاف ورزی کرتے ہوئے نہ صرف ان کو ہتھیار فراہم کیے بلکہ قریش مکہ کے کئی لوگ نقاب اوڑھ کر ان کے ساتھ حملہ میں شامل ہوگئے۔یہاں تک کہ بنوخزاعہ حرم تک پہنچ گئے اور ان سے امن کی درخواست کی لیکن حرم کا بھی لحاظ نہ رکھا۔

اس واقعہ کے بعد عمرو بن سالم خزاعی نے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور دربار رسالت میں اشعار کی صورت میں اپنی عرضداشت پیش کی رسول اللہ ﷺ نے اشعار سماعت کیے۔اور ارشاد فرمایا کہا عمرو بن سالم تمہاری مدد کی گئی (یعنی تمہاری مدد کی جائے گی) اس کے بعد بدیل بن ورقاء کی سربراہی میں ایک وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔تفصیلات عرض کی اور ساتھ یہ بھی عرض کیا مکہ کے کون سے لوگ اس میں ملوث پائے گئے تھے۔یوں صلح حدیبیہ ٹوٹ گئی اور مسلمانوں نے کفار سے بدلہ لینے کی منصوبہ بندی شروع کردی۔

ایک اور روایت میں موجود ہے۔کہ اس واقعہ سے تین دن قبل حضور اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیاری کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اس تیاری کی بابت کسی کو معلوم نہ ہو یہاں تک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور تیاری دیکھ کر پوچھا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتانے سے معذرت فرمائی۔

قریش مکہ کو اس بدعہدی کا جلد احساس ہوگیا۔ان کو اس بات کا بھی ادراک ہوگیا کہ اب مسلمان کمزور نہیں رہے۔چنانچہ ابوسفیان اس صلح کو بحال کرانے کے لیے مدینہ منورہ آیا۔مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دروازے پر گیا سب نے اس کو ملنے سے انکار کیا۔ یہاں تک کہ اپنی صاحبزادی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا جو سرکار کی زوجیت میں تھیں۔انہوں نے اپنے باپ کو سرکار ﷺ کے بستر پر بھی بیٹھنے نہ دیا۔سب سے مایوس ہوکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گیا۔آپ نے بھی اس کو صاف انکار کیا۔یہاں سے ہوکر وہ مسجد میں گیا اور بلند آواز سے امن کا اعلان کیا اور اس صلح کی یکطرفہ تجدید کا اعلان کرکے واپس مکہ مکرمہ بھاگ گیا۔

مکہ پر حملہ کا نبوی فیصلہ

حضور اکرم ﷺ نے اس بدعہدی کا بدلہ لینے کا مصمم فیصلہ کرلیا اور اپنے غلاموں کو بھرپور تیاری کا حکم ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی حکم جاری فرمایا کہ اس تیاری کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔اللہ کے نبی نے خصوصی دعا بھی فرمائی کہ اے اللہ جاسوسوں اور خبریوں کو قریش تک پہنچنے سے روک تاکہ ہم اچانک ان پر جا پہنچیں۔آپ ﷺ نے جنگی حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ماہ رمضان کے شروع میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آٹھ افراد کا لشکر بطن اضم کی طرف روانہ فرمایا تاکہ دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا لشکر اس راستہ سے مکہ کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔تاہم آقائے دوعالم ﷺ نے دوسرا راستہ اختیار فرمایا۔

اس مہم کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے نبی کریم ﷺ کے علم غیب پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی کے رشتہ دار مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی خیریت کے لالچ میں کفار مکہ کو ایک خفیہ خط کے ذریعے سرکار دوعالم ﷺ کی تیاری کی بابت آگاہ کیا۔حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی حضرت مقداد رضی اللہ عنہم، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اور حضرت ابومرثر غنوی کو بھیجا ابھی کے ابھی روضہ خاخ جاؤ۔وہاں ایک عورت کے پاس خط ہوگا وہ اس سے لے کر آؤ۔چناچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سرعت رفتاری کے ساتھ وہاں پہنچی۔فرمان رسالت ﷺ کے مطابق وہاں عورت موجود تھی۔اسکی اونٹنی کی تلاش لی گئی۔لیکن کچھ برآمد نہ ہو۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی کا فرمان غلط نہیں ہوسکتا۔خود خط نکال کے دے دو۔ورنہ ہم سخت اقدام کریں گے چنانچہ اس نے وہ خط اپنے بالوں کے جوڑے سے نکال کر ان کے حوالے کردیا تاہم حضور ﷺ نے حضرت خاطب کی اس خطا کو معاف فرمادیا۔

لشکر اسلام کی روانگی

10 رمضان المبارک آٹھ ہجری کو دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر حضوا کرم ﷺ نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا رخ فرمایا۔ ابواھم غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔

مدینہ سے باہر نکل کر دو ہزار افراد اور اسلامی لشکر کے ساتھ مل گئے۔ یوں 12000 کا صحابہ کا لشکر جرار مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ لیکن اللہ کی تاثیر اور سرکار دو عالم ﷺ کی دعا کی بدولت کہ اتنی بڑی سرگرمی سے بے خبر رہے۔

اسلامی لشکر کا پڑاؤ

حضور اکرم ﷺ پیش قدمی کرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے محض ایک منزل کے فاصلے پر ایک مقام پر قیام فرمایا۔ آپ نے سارے اسلامی لشکر کو پورے میدان میں پھیلا دیا۔ ہر صحابی کو کہا کہ اپنا الگ الگ چولہا روشن کریں۔ رات کے وقت ابوسفیان خبر گیری کے لیے مکہ سے باہر نکلا تو آگ کا اتنا بڑا الاؤ دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ اس کو ایک خیال یہ تھا کہ شاید یہ بنوں خزاعہ کا لشکر ہو لیکن ابوسفیان نے اس خیال کی تردید کی کہ ان کا لشکر اتنا عظیم نہیں ہوسکتا۔ اس اثناء میں ابوسفیان کی ملاقات حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو آگاہ کیا کہ یہ کہ بہتر یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے امان طلب کرلو۔ ورنہ اس عظیم لشکر کے سامنے تمہاری کوئی اوقات نہیں ہے۔ حضرت عباس نے ابوسفیان کو اپنے خچر پر ساتھ بٹھایا اور سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس کے قتل کے درپے ہوئے لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے منع فرما دیا۔ ایک ایسا شخص جس نے مسلمانوں کے خلاف جنگیں لڑیں۔ جس نے اسلام کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جس نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کی۔ جس کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبایا۔ ایسے متعصب اور کٹر دشمن کو سامنے پا کر معاف کرنا اللہ کے نبی کی صفت ہوسکتی ہے عام آدمی اس کو معاف کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

حضور اکرم ﷺ کی شان کریمی کا اظہار

حضور کے سفر مکہ کے دوران جحفہ کے مقام پر آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن حارث اور پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن امیہ ملے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر منہ پھیر لیا کیونکہ ان دونوں نے حضور اکرم صلی وسلم کو ہر طرح سے ایذا پہنچائی تھی لیکن حضرت علی نے ابوسفیان بن حارث کو حضور سے معافی مانگنے کا طریقہ سکھایا تو آپ ﷺ نے معاف فرمایا۔ اس طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابوسفیان ایک جاہ پسند اور اعزاز پسند شخص ہے۔ آپ اس کو کچھ اعزاز عطا فرمائیں تاکہ یہ مطمئن ہوجائے حضور اکرم ﷺ نے شان کریمی کا بے مثال مظاہرہ فرماتے ہوئے اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہوگا۔ اس کو بھی امان ہوگی۔ جس پر ابوسفیان از حد مسرور ہو۔

لشکر اسلام کی روانگی

حضور اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کو مکہ کی طرف کوچ کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کرو۔ تاکہ سارا لشکر اس کے سامنے سے گزرے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہر قبیلہ اپنے اپنے پرچم کے ساتھ گزرتا ابوسفیان حضرت عباس سے دریافت کرتا یہ کونسا قبیلہ ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ قبیلے کا نام بتاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا دستہ مبارک گزرا۔ آپ ﷺ کے آگے چلتے ہوئے صحابہ ترانے پڑھ رہے تھے حضرت سعد کے ہاتھ میں سرکار دو عالم ﷺ کے لشکر کا پرچم تھا۔ ابو سفیان نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا تمہارے بھتیجے کے ساتھ بھلا کسی کی طاقت ہے کہ جنگ لڑیں اس نے تو بڑی سلطنت جمع کرلی ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔

ابوسفیان کی قریش مکہ کو اطلاع

یہ حالات دیکھ کر ابوسفیان تیز رفتاری سے مکہ کی طرف دوڑا اور بلند آواز میں قریش مکہ کو کہا اے اہل قریش محمد ﷺ اتنا عظیم لشکر لے کر آئے ہیں۔ تم میں مقابلے کی تاب نہیں لہٰذا جو ابھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے اس کو امان ہے۔ یہ سن کر جگر خور حمزہ ہندہ بنت عتبہ ان کی مونچھ پکڑ کر بولی مار ڈالو اس چرب زبان کو۔ ابوسفیان نے اپنی بیوی کو ڈانٹا اور حضور ﷺ کا اعلان لوگوں تک پہنچا دیا کیونکہ ابوسفیان کا گھر اتنا بڑا تو نہیں تھا کہ سب لوگ اس میں داخل ہوسکتے چنانچہ یہ اعلان کیا گیا جو اپنے گھر میں داخل ہوگیا اس کو بھی امان ہے۔ یہ سن کر اہل مکہ حرم کی طرف دوڑے اور کچھ اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگے۔

مکہ میں داخل ہونے کے لیے لشکر کی ترتیب

حضور اکرم ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے سے قبل زی الطوی کے مقام پر لشکر کی تقسیم کی اور مکہ مکرمہ میں مختلف راستوں سے داخل ہونے کی حکمت عملی اختیار فرمائی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ کے زیریں حصے کی طرف سے داخل ہوں۔ انکو راستہ میں کچھ مزاحمت ہوئی جس کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کچل دیا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوں۔ اور مقام حجون میں سرکار ﷺ کا انتظار کریں۔ حضرت ابو عبیدہ کو حکم دیا کہ وہ وسطی راستے سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔ یہ تمام لشکر اپنے اپنے مقررہ راستوں سے ہو کر مقررہ مقام پر پہنچ گئے اور آقائے دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔

سرکار دو عالم ﷺ کی مکہ مکرمہ میں فاتحانہ تشریف آوری اللہ کے آخری نبی آج آپنے اس آبائی شہر میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہو رہے تھے۔ جہاں سے آپ ﷺ کو رات کی تاریکی میں نکلنا پڑا تھا جہاں پر آپ ﷺ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے تھے۔ جہاں پر مکہ کی وسعتیں آپ ﷺ پر تنگ کر دی گئی تھیں۔ جہاں آپ ﷺ کو طواف کرنے سے روک دیا جاتا تھا۔ جہاں آپ ﷺ پر اوجھڑی ڈال دی جاتی تھی۔ جہاں آپ ﷺ پر پتھر برسائے جاتے تھے۔ جہاں آپ ﷺ کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ آج اس شہر میں بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ اتنا انافتحنالک فتحامبینا کی بشارت لے کر یہ عظیم کامل اور آخری نبی مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ اسی دن آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا ایک اونٹنی پر سوار تھے جونہی آپ ﷺ کی نظر بیت اللہ شریف پر پڑی آپ ﷺ کا سر اقدس اللہ کریم کی بارگاہ میں جھک گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا سر اس قدر جھکا دیا کہ آپ نے عمامہ شریف کی سلوٹیں ڈھلیں پڑ گئی۔ اونٹنی پر ہی آپ ﷺ نے طوف فرمایا۔

خطبہ رسالت

مختلف کتب سیرت میں حضور اکرم ﷺ کا خطبہ درج ہے اس کا مفہوم عرض کر رہا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا اے قریشیو! اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور کو ختم کر دیا۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

آپ ﷺ نے پوچھا اے قریش بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں سب نے کہا آپ شریف بھائی ہیں۔ شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔

بقیہ صفحہ 30 پر

سیرت مصطفی ﷺ کی روشنی میں
تجارت اور اصول تجارت

چھٹی قسط

پروفیسر ڈاکٹر محمد اظہر نعیم

ایفائے عہد

انسانی اوصاف میں سے ایک بہترین وصف ایفائے عہد یا وعدے کی پابندی ہے آج کے دور میں بھی تجارت و معیشت میں ایفائے عہد اور وعدے کی تکمیل کو ایک بنیادی ضرورت سمجھا جاتا ہے جبکہ حقیقت میں اسلام نے انسانیت کی رہنمائی کی ہے۔ اور اس ضمن میں نہ صرف ہدایات ملتی ہیں۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ کا بہترین ماڈل بھی موجود ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کا روشن اور درخشاں باب دیانت و امانت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے وعدے کی پاسداری کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

"وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَه"

(رَوَاهُ الْبَیْھَقِیُّ فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ، مشکوۃ شریف، جلد اول، ایمان کا بیان: حدیث 31)

جس میں ایفاء عہد نہیں اس کا دین بھی کچھ نہیں۔

ایفاء عہد فطرت سلیم اور ایمان کا خاصہ ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ جس آدمی کے اندر یہ اوصاف نہ ہوں گے وہ دین و ایمان کی حقیقی لذت سے بھی لطف اندوز نہیں ہو سکے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے بعثت سے قبل ایفائے عہد کی اعلیٰ امثال پیش کر کے ملت کی تربیت کی ہے آپ کا اسوہ ہمارے لیے لائق تقلید نمونہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء رضی اللہ عنہ کا قصہ بڑا عجیب ہے فرماتے ہیں کہ

"نزول وحی اور اعلان نبوت سے قبل میں نے حضور اکرم ﷺ سے خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا کچھ رقم میں نے ادا کر دی۔ کچھ باقی رہ گئی میں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی ابھی آ کر باقی رقم ادا کروں گا (آپ یہیں پر ٹھہریں) اتفاق سے میں یہ وعدہ بھول گیا اور تین دن کے بعد مجھے اپنا وعدہ یاد آیا اور اس مقام پر پہنچا جہاں حضور ﷺ سے وعدہ کیا تھا تو حضور ﷺ کو اسی جگہ منتظر پایا۔ مگر اس سے زیادہ عجیب تر بات یہ تھی کہ میری وعدہ خلافی سے حضور ﷺ کے ماتھے پر ایک ذرا بل نہیں آیا۔ بس صرف آپ ﷺ نے اتنا ہی فرمایا تم کہاں تھے اس مقام پر میں تین روز سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں"۔

(سنن ابوداؤد: 4996)

☆ تجارت و معیشت کے حوالے سے رسول اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ، اسلامی تاریخ کے ابتدائی ادوار میں مسلمان تاجروں کے تجارتی معاملات اور معاہدوں کی بنیاد قرار پایا انہوں نے ایفائے عہد' دیانت و امانت' معاہدوں کی پاسداری اور وعدوں کی تکمیل کی بدولت وہ روشن مثالیں پیش کیں جس نے دنیا بھر کے غیر مسلم معاشروں کو متاثر کیا۔ چنانچہ ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ مسلمان تاجروں کی سیرت و کردار سے متاثر ہو کر بہت سے غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ عہد اور وعدہ پورا کرنے کی اتنی اہمیت ہے کہ قرآن مجید میں بھی رب کائنات نے فرمایا:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ"

(المائدہ: 1)

"اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو"

آیت کی روح "وفا" ہے۔ انسان میں تربیت کی انتہا وفا کا التزام ہے۔ جس شخص میں "وفا" کا جوہر نہیں اس میں "ایفا" کا اخلاق کسی صورت میں نہیں آ سکتا۔ اگر سوچا جائے تو تسلیم و رضا "مذہب" کی پہچان ہے اور یہ ایمان کا جلوہ بھی ہے اس لیے تربیتی احکام کا صدور کرنے سے پہلے ایمان کے احساس ذمہ کو حرکت دی گئی ہے اس لیے ایمان والوں کو اس دشت عشق میں اترنے سے پہلے یہ حقائق تسلیم کر لینے چاہییں۔

۞ انسانیت کی تکمیل حقوق کے پورا کرنے سے ہوتی ہے خصوصاً معاش میں عدل، معاو کی بہتری کا اعلان ہوتا ہے۔ سورۃ النساء میں یہ بات سکھا دی گئی ہے۔

۞ ایمان ایک التزامی عہد ہے جس میں ہر انسان اپنے اوپر کچھ ذمہ داریاں لے لیتا ہے اس روحانی التزام ہی کو ایمان کی جلوہ آرائی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۞ وفا ایک خصلت ہے جو ایمان کی موجودگی ہی میں نشوونما پا سکتی ہے۔

۞ ایمانی احکام پر مسئولیت کے احساس کے ساتھ جب عمل کا آغاز ہو جائے تو اس کو ایفا یا تسلیم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۞ اسلام اور ایمان کی آسان ترین تعریف روحانی اور عمرانی عقود اور عہد و پیمان کے ساتھ وفا ہے۔

(تفسیر تبصرہ)

سورۂ نحل میں کائنات کے پروردگار نے فرمایا:

اَوْفُوْا بِعَھْدِ اللّٰہِ اِذَا عٰھَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ

(نحل: 91)

"اور اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں عہد کرو اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم نے اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنایا ہے، بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو"۔

اس آیت کی تفسیر میں سید قطب تحریر کرتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد میں مسلمانوں کی طرف سے نبی ﷺ کے ساتھ کیا ہوا عہد بھی شامل ہے اور وہ عہد بھی شامل ہیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ نیز کسی بھی انسانی سوسائٹی میں تعلقات کا قیام صرف اسی وجہ سے ہے کہ لوگ عہد کا احترام کریں۔ اس کے بغیر تو کوئی معاشرہ قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ نہ انسانیت قائم رہ سکتی ہے۔ یہ آیت لوگوں کو اس بات پر ملامت کرتی

ہے کہ وہ عہد کو پختہ باندھنے کے بعد اسے توڑیں، حالانکہ انہوں نے اس عہد کا گواہ اور ضامن صرف اللہ کو ٹھہرایا ہے اور اللہ کے نام سے یہ عہد ہوا، اسلام نے وفائے عہد میں بہت ہی سختی کی ہے۔ اس میں کسی بھی وقت چشم پوشی کی اجازت نہیں دی۔ اس لیے کہ وفائے عہد وہ بنیاد ہے جس پر پورا اجتماعی نظام قائم ہوتا ہے، اس کے سوا اجتماعی نظام منہدم ہوجاتا ہے۔ اسلامی نصوص قرآن وسنت نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ وفائے عہد کا حکم دے دیا جائے اور نقص عہد کے خلاف محض وعید کردی جائے بلکہ اس کی بار بار تاکید کی ہے اور نقص عہد کی قباحتیں بیان کی ہیں۔ ان تمام اسباب وجوہات کو بھی دور کرنے کی کوشش کی ہے جو کسی وقت نقص عہد کا باعث بنیں۔ (فی ظلال القرآن)

دور رسالت مآب اور بعد میں بھی بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ کہ نامساعد حالات میں بھی ایفائے عہد کیا گیا۔ جنگ بدر کا موقع تھا۔ کفار کا لشکر جرار سامنے تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بھی قلیل تھی اور سامان جنگ بھی بہت ہی محدود تھا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوحسیل رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ہم مکہ مکرمہ سے آرہے تھے، راستے میں ہم کفار کے نرغے میں آگئے تھے۔ انھوں نے ہمیں گرفتار کرلیا لیکن مذاکرات کے بعد رہا کردیا اور شرط یہ عائد کی کہ ہم لڑائی میں آپ کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ ہم نے بامر مجبوری عہد کرلیا، لیکن (یہ جنگ ہے) ہم کافروں کے خلاف ضرور جہاد کریں گے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نہیں ہرگز نہیں تم اپنا وعدہ پورا کرو اور میدانِ جنگ سے واپس چلے جاؤ۔ ہم مسلمان ہیں اور ہر حال میں اپنا وعدہ پورا کریں ہمیں صرف اور صرف اللہ کی نصرت درکار ہے"۔

اس وقت حق وباطل کا سب سے پہلا معرکہ درپیش تھا۔ مقابلہ ان کفار قریش سے تھا جو اسلحہ میں غرق ہوکر آئے تھے اور جن کی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں تین گنا سے بھی زائد تھی۔ ادھر مسلمانوں کے لیے ایک ایک آدمی بڑا قیمتی تھا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے سنگین اور مشکل حالات میں بھی معاہدے کی خلاف ورزی کو برداشت نہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ

"ہم اُن کے عہد کو پورا کریں گے اور کفار کے خلاف اللہ عزوجل سے مدد مانگیں گے"۔

(صحیح مسلم)

اسی طرح صلح نامہ حدیبیہ ہوا تو اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مکہ مکرمہ کا کوئی شخص اسلام قبول کرلے اور مکہ سے مدینہ منورہ آجائے تو اہل مکہ کے مطالبہ پر اسے واپس مکہ بھیج دیا جائے گا۔ عین اس وقت جب یہ معاہدہ تحریر میں آیا۔ مکہ کا ایک نوجوان ابوجندل رضی اللہ عنہ پابہ زنجیر حالت میں ہانپتے کانپتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھیں خاندان والوں نے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں قید کررکھا تھا۔ وہ کسی حیلے سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے اور مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے ان کی حالت زار دیکھی تو تڑپ اٹھے اور ابوجندل کو اپنے پناہ میں لینے کے لیے بے تاب ہوگئے، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا:

"اے ابوجندل، صبر کر ہم اپنا عہد نہیں توڑ سکتے اللہ تبارک وتعالیٰ جلد ہی تیرے لیے رستگاری کی کوئی اور صورت پیدا کردے گا"۔

حضور اکرم کے تربیت یافتہ افراد میں سے ایک شخص بیان کرتا ہے کہ وہ ایک وعدے کی تکمیل کے لیے جارہا تھا۔ اس نے بتایا: "اے ابوالخطاب! میں اس مسجد زیادبین میں ایک آدمی کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے لیے آرہا تھا۔ مجھ پر چھت گری اور مجھے اپنے اوپر کسی نقصان کا احساس نہ ہوا اور میں نے اپنے آپ کو بالکل صحیح وسالم پایا تو میں نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا، لیکن میں حیران تھا کہ اب کیسے نکلوں گا، میں رکا رہا، یہاں تک کہ غبار ہٹ گیا، میں نے صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ ملبے میں تکنیکی جگہ ہے۔ چنانچہ میں اس میں سے نکل کر یہاں آگیا۔ رسول اقدس ﷺ نے سچ فرمایا:

"تم خدا تعالیٰ کے دین کا خیال رکھو تو خدا تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔"

(مسند امام احمد بن حنبلؒ: 1293/1 الرقم، 2664)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بچوں کے ساتھ کیے گئے عہد کی پابندی کرنے کی بھی تعلیم دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے کہ میری والدہ نے مجھے کہا:

ھاتعال اعطیک ادھر آؤ میں تمہیں کچھ دوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

تم نے اسے کیا چیز دینے کا ارادہ کیا ہے؟

میری ماں نے کہا:

ایک کھجور دینے کا ارادہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا"۔ معلوم ہوا کہ بچوں سے بھی بدعہدی کی اجازت نہیں جب کہ عموماً معاشرہ میں اس بات کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

"وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولًا"

(بنی اسرائیل: 34)

"عہد کو پورا کرو، کیوں کہ قیامت کے دن عہد کے بارے میں انسان جواب دہ ہوگا"۔

یہاں عہد اور وعدے کو پورا کرنے کا حکم ہے اور یہ بھی واضح کردیا کہ عہد کو پورا نہ کرنے پر باز پرس کی جائے گی۔ یعنی یہ صرف دنیاوی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اخروی زندگی سے بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے منافق کی تین نشانیاں بتائی ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ. وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں، بات کرے تو جھوٹ بولے گا۔ وعدہ کرے گا تو خلاف ورزی کرے گا اور امانت اس کے پاس رکھی جائے تو خیانت کرے گا۔"

(بخاری، الصحیح، 1: 21، رقم: 33، بیروت، لبنان: دار ابن کثیر الیمامۃ) (مسلم، الصحیح، 1: 78، رقم: 59، بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو تمہارے پاس امانت رکھے اسے امانت لوٹادو۔ اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے اس کے ساتھ (بھی) خیانت نہ کرو"

(جامع ترمذی: 1264)

☆ یعنی مومن خود خیانت کا تصور بھی نہیں کر سکتا البتہ کوئی اس کے ساتھ اس فعل کا مرتکب ہوتو تب بھی مومن اس کا جواب خیانت سے نہیں دیتا

بقیہ صفحہ 26 پر

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ

حصہ دوئم

آصف بلال آصف

آج کا دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زندگی کا اہم ترین اور معتبر ترین دن تھا کیونکہ آج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کو کائنات کی سب سے برگزیدہ ترین ہستی حضرت محمد ﷺ کے پاس لے کر جا رہے تھے۔۔۔۔امیہ کے دیے ہوئے زخم ابھی بھی جسم بلال رضی اللہ عنہ پر تازہ تھے۔۔۔۔لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تیمارداری اور نبی کریم ﷺ کی دعاؤں کے اثر سے اب آپ رضی اللہ عنہ چلنے لگ گئے تھے۔۔۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی نگاہِ عشق سے محبوبِ خدا ﷺ کو دیکھا۔۔۔۔نبی کریم ﷺ کی کشادہ پیشانی ان کے عالی ظرف ہونے کی مظہر تھی۔۔۔۔ان کی مسکراہٹ روح میں خوشیوں کی لہر دوڑا دیتی تھی۔۔۔۔ان کی خوبصورت متناسب آنکھوں کی سیاہی میں گھرے بادامی رنگ کی ہلکی سی آمیزش تھی۔۔۔۔ہاتھ ملاتے تھے تو مضبوطی سے اور اس وقت تک گرفت ڈھیلی نہیں کرتے تھے جب تک دوسرا ان کا ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا۔۔۔۔زمین پر ان کے قدم اتنے ہلکے پڑتے تھے کہ لگتا تھا کہ جیسے پانی پر چل رہے ہیں۔۔۔۔پیچھے دیکھنے کے لیے مڑتے تھے تو صرف گردن نہیں موڑتے تھے بلکہ کمر سے ان کا سارا جسم مڑتا تھا۔۔۔۔یہ محمد ﷺ تھے۔۔۔۔اللہ کے برگزیدہ رسول ﷺ۔۔۔۔

آج جب بلال رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ ان سے ملا تو وہ تنکوں کی ایک سادہ سی چٹائی پر اپنے عم زاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔۔انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کی آنکھیں بھر آئیں۔۔۔۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت بچے تھے انہوں نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام کر کہا۔۔۔۔

آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں۔۔۔۔یہ کوئی برا آدمی ہے کیا۔۔۔۔؟

نہیں علی نہیں۔۔۔۔یہ وہ شخص ہے جسے اللہ کی خوشنودی حاصل ہے۔۔۔۔یہ کہہ کر آپ ﷺ جلدی سے اٹھے اور بلال رضی اللہ عنہ سے بغلگیر ہو گئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو گلے لگائے لگائے فرمایا:

''بلال جب تک دنیا قائم رہے گی یہ بات یاد رکھی جائے گی کہ اسلام کی راہ میں اذیت برداشت کرنے والے پہلے شخص تم تھے''۔

آپ ﷺ کے گرم گرم آنسو جو فرحتِ محبت اور شدتِ پیار سے آپ ﷺ کی نورانی آنکھوں سے نکل رہے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ کے چہرے پر گر رہے تھے۔۔۔۔ماں باپ کی وفات کے بعد یہ پہلے انسان تھے جنہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اس محبت سے اپنی آغوشِ کرم میں لیا تھا۔

۔۔۔۔بلال رضی اللہ عنہ نہال ہو گیا۔۔۔۔

۔۔۔۔آباد ہو گیا۔۔۔۔

۔۔۔۔شاد ہو گیا۔۔۔۔

۔۔۔۔زخم پھول بن گئے۔۔۔۔

۔۔۔۔درد، سرور بن گیا۔۔۔۔

۔۔۔۔نقاہت مسکراہٹ میں بدل گئی۔۔۔۔اور۔۔۔۔تنہایاں وصل آفریں ہو گئیں۔۔۔۔

بلال رضی اللہ عنہ کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے انہیں کسی نے ایک گڑھے کی تہہ سے بحفاظت باہر نکال لیا ہو۔۔۔۔لیکن اس کے باوجود دلِ بلال رضی اللہ عنہ ملول ہو گیا۔۔۔۔کیونکہ کائنات کا سب سے پاک اور صاف دل ان کی وجہ سے غم زدہ تھا۔۔۔۔حضرت محمد ﷺ اشکبار تھے۔۔۔۔

حضرت محمد ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑا اور اپنے ساتھ چٹائی پر بیٹھنے کیلئے کہا۔۔۔۔

اس بات پر بلال رضی اللہ عنہ چونک گیا کہ کہاں میں اور کہاں وہ عالی نسب۔۔۔۔!

وہ آج تک قریش کے کسی فرد کے ساتھ نہیں بیٹھا تھا۔۔۔۔کیونکہ اس کا منصب یہ تھا کہ وہ ان کے روبرو جائے تو ایستادہ رہے۔۔۔۔ایک ہی چٹائی پر ان کے ساتھ بیٹھنے کا تو وہ تصور ہی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔بلال رضی اللہ عنہ انتہائی تذبذب کے عالم میں تھے کہ پاک نبی ﷺ نے اپنے مخصوص مشفقانہ انداز میں یہ کہہ کر ان کی مدد فرمائی۔۔۔۔

''دیکھو بلال رضی اللہ عنہ اگر تم بیٹھو گے نہیں تو علی رضی اللہ عنہ ہم کو اپنا کھیل نہیں دکھائے گا''۔

بلال رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔۔۔۔زندگی میں پہلی مرتبہ اہل منصب کے پہلو میں۔۔۔۔ایک ہی چٹائی پر۔۔۔۔اور یہیں سے ان کی آپ ﷺ کے ساتھ بائیس سالہ رفاقت کا آغاز ہوا۔۔۔۔جس کی بنا پر ان کو صحابی رسول ﷺ کہلانے کا شرف حاصل ہوا۔۔۔۔بائیس سال پر محیط شب و روز کا یہ ساتھ حضور ﷺ کی زندگی کے آخری لمحے تک جاری رہا۔۔۔۔

اس دن بلال رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کے ساتھ چٹائی پر بیٹھے۔۔۔۔تو بیٹھے کیا۔۔۔۔بلکہ عرش کی بلندیوں تک اٹھ گئے۔۔۔۔جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے کھیل دکھا رہے تھے تو سارا گھر خوشیوں سے معمور ہو گیا تھا۔

۔۔۔۔حضرت علی رضی اللہ عنہ پھلانگتے تھے۔۔۔۔

۔۔۔۔کودتے تھے۔۔۔۔

۔۔۔۔فضا میں تلوار چلانے کے انداز میں۔۔۔۔

۔۔۔۔کبھی آگے کبھی پیچھے۔۔۔۔

۔۔۔۔کبھی دائیں کبھی بائیں ہٹتے تھے۔۔۔۔اور۔۔۔۔کبھی شیر کی طرح حملہ آور ہو جاتے تھے۔۔۔۔

۔۔۔۔قلابازیاں لگاتے الٹی، سیدھی۔۔۔۔

۔۔۔۔اور۔۔۔۔پھر ہوا میں اچھلتے تو حضور ﷺ ان کو ہوا میں ہی پکڑ کر اپنے بازوؤں میں لے لیتے۔۔۔۔

آپ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت پیار تھا۔۔۔۔وہ سب بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔۔۔۔

آپ ﷺ بڑوں اور بچوں سب کی بات متوجہ ہو کر سنتے تھے۔وہ لوگوں سے ان کی عمر اور مزاج کی

مناسبت سے گفتگو کرتے تھے۔۔۔۔

نبی کریم ﷺ اپنی توجہات کی خیرات سب میں تقسیم کررہے تھے۔۔۔۔آپ ﷺ گاہے گاہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی نگاہِ ناز سے دیکھتے جاتے۔۔۔۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی وہیں تشریف فرما تھیں۔۔۔۔بلال رضی اللہ عنہ نے اس عظیم خاتون کی طرف دیکھا۔۔۔۔تو ان کو یاد آیا کہ انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام پہلی مرتبہ اس وقت سنا تھا جب وہ کوئی چھ سات سال کے تھے۔۔۔۔اور آپ کی والدہ نے ایک شہد لگا روٹی کا ٹکڑا بلال کے منہ میں ڈالا تھا۔۔۔۔اور کہا تھا کہ یہ روٹی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے آئی ہے۔۔۔۔

اس دن سے آج تک بلال رضی اللہ عنہ کے ذہن میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ شہد کی حلاوت وابستہ تھی۔۔۔۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مجسم عنایت اور سرتاپا شفقت تھیں۔۔۔۔ان کے گھر کے دروازے ہمیشہ حاجت مندوں کے لیے کھلے رہتے تھے۔۔۔۔ان کے یہاں ہر ضرورت مند، ہر مسکین، ہر بے کس، ہر بے نوا کی پذیرائی ہوتی تھی۔۔۔۔کبھی کبھی ان کی نوازشیں ان کے گھر سے بہت دور بھی پہنچ جاتی تھیں۔۔۔۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی مثال آپ تھیں آپ ایک ایسی خاتون تھیں کہ جن کا دل غریبوں کے ساتھ دھڑکتا تھا۔۔۔۔

بلال رضی اللہ عنہ بیٹھے بیٹھے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پرکشش شخصیت میں گم ہو گئے تھے۔۔۔۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی اور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔۔۔۔جب آپ دونوں کا مبارک نکاح ہوا تھا۔۔۔۔آپ ﷺ کا نکاح آپ ﷺ کے محبوب چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔۔۔۔یہ شادی ہر لحاظ سے مکمل اور کامیاب تھی۔۔۔۔کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی منشا و مرضی اس میں شامل تھی۔۔۔۔

دراصل یہ رشتہ نبی کریم ﷺ کے مشن کی تکمیل کا پہلا مرحلہ تھا۔۔۔۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی ہر طرح سے مکمل خدمت کی اپنی ساری دولت آپ ﷺ کے قدموں پر نچھاور کر دی۔۔۔۔آپ ﷺ کو ہر پریشانی میں دلاسہ دیا۔۔۔۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے مشن پر ایمان لائیں۔۔۔۔سب مردوں سب عورتوں سے پہلے۔۔۔۔

اس وقت جب خود سرورِ کائنات بھی پریشان تھے۔۔۔۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفاؤں اور محبتوں سے آپ ﷺ کو نواز دیا تھا۔۔۔۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت کے سحر سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کھیل ابھی جاری تھا۔۔۔۔

خاندان کے باقی افراد بھی وہاں آ گئے تھے۔۔۔۔چاروں طرف نور ہی نور پھیلا ہوا محسوس ہوتا تھا۔۔۔۔اور نور کے اس دائرے میں بلال رضی اللہ عنہ ایک سیاہ نقطہ۔۔۔۔نبی کریم ﷺ اور اہل بیت اطہار کی توجہ کتنی رحمت اور کرم والی تھی کہ یہ سیاہ نقطہ کائنات کا حسن بن گیا۔۔۔۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو بھی فرائض سونپے گئے انہوں نے اپنی پوری توجہ کے ساتھ ان کو سرانجام دیا۔۔۔۔فتح مکہ کے موقع پر پوری کائنات نے دیکھا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حکمِ پیغمبر ﷺ پر کعبہ کی چھت پر چڑھ کر کلمۂ حق بلند کیا۔۔۔۔تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مرتبے کو دیکھ کر سردارانِ مکہ انگشت بدندان رہ گئے تھے۔۔۔۔

مؤذن رسول ﷺ کی حیثیت سے آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بلاناغہ اذان دیتے رہے۔۔۔۔

آپ رضی اللہ عنہ کی آواز جب اذان کے قالب میں ڈھل کر پچھلی رات کی تاریکی میں نور بکھیرتی تو آغاز صبح ہو جاتا۔۔۔۔دراصل یہ نیند کے بعد اللہ کے حضور پیش ہونے کا فجری اعلان ہوتا تھا۔۔۔۔

یہی آواز جب ظہر کے وقت فضا میں گونجتی تو سورج اپنی تیز اور تپش آمیز کرنوں کو حیا کے غلاف میں لپیٹنا شروع کر دیتا۔۔۔۔

اور پھر وقت عصر یہی نغمۂ بلالی رحمت اور کرم بن کر تھکے ہوئے دن کو حسن آمیز کر دیتا۔۔۔۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا یہ آفاقی نغمہ مغرب کے وقت اللہ کے حضور پیش ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے اور درس و تدریس کی خیرات حاصل کرنے کا اعلان ٹھہرا۔۔۔۔

۔۔۔۔اور پھر وقتِ عشاء رات کی تاریکی میں اپنے نورانی اور وجدانی اعلانِ حق کو۔۔۔۔اللہ اکبر، اللہ اکبر۔۔۔۔کے توحیدی کلمات میں صدائیں دینے والے بلال رضی اللہ عنہ کو۔۔۔۔

۔۔۔۔مؤذن رسول ﷺ

۔۔۔۔دربان نبی ﷺ

۔۔۔۔وزیر خزانہ رسول ﷺ۔۔۔۔

۔۔۔۔منتظم اعلیٰ۔۔۔۔

۔۔۔۔خادم رسول ﷺ۔۔۔۔اور

۔۔۔۔صحابی رسول ﷺ۔۔۔۔جیسے بے شمار القابات سے نوازا گیا۔

بقیہ اصول تجارت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں دو شریکوں (ساجھے داروں) کا تیسرا ہوں جب تک ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی خیانت نہ کرے۔جب کوئی خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔"

(سنن ابوداود:3383)

☆مسلمان کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کو بھی دیانت کی پاسداری کی ترغیب دی اور بعض ایسے مواقع بھی آئے کہ آپ ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی ایسی ہدایات دی ہیں۔مثال کے طور پر ابن اسحاق نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے کہ:

ایک دفعہ قبیلہ اراش کا ایک شخص اونٹ لے کر کے آیا ابوجہل نے اس کے اونٹ خرید لیے اور جب اس نے قیمت طلب کی تو ٹال مٹول سے کام لینے لگا۔وہ شخص حرم کعبہ میں قریش کے سرداروں کے پاس جا پہنچا اور مجمع عام میں فریاد شروع کر دی۔قریشی سرداروں نے کہا ہم کچھ نہیں کر سکتے اور اسے حضور اکرم ﷺ کا بتایا کہ ان کے پاس جاؤ (یہ از راہ تمسخر تھا) سرداروں نے آپس میں کہا آج لطف آئے گا۔چنانچہ اراشی حضور ﷺ کی خدمت میں فریاد کناں ہوا۔آپ ﷺ نے اس کی بات سنی اور اس کے ساتھ ابوجہل کے دروازے پر پہنچ گئے۔ابوجہل باہر نکلا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اس شخص کا حق ادا کرو"

اس نے جواب میں کوئی چون و چراں نہ کی اندر گیا اور اونٹوں کی قیمت لا کر اس شخص کے ہاتھ میں تھما دی۔قریش کے مخبر نے سرداران قریش کو جا کر اس عجیب معاملہ کی خبر دی کہا کہ:

"حکم بن ہشام (ابوجہل) جب باہر نکلا تو حضور ﷺ کو دیکھ کر اس کا رنگ فق ہو گیا اور جب محمد ﷺ نے کہا اس کا حق ادا کرو تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جسم میں جان نہیں"۔

(ابن ہشام جلد2 ص30-29)

زمانہ قدر کر ان کج کلاہانِ محبت کی
کہ پیدا اس نمونے کے جواں ہر دم نہیں ہوں گے

سید ریاض حسین شاہ

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ ارشاد فرمانے لگے کہ لوگ بروز محشر حساب سے ڈرتے ہیں اور میری خواہش ہے کہ میرا حساب لیا جائے۔

خادمین نے پوچھا:

حضور! محاسبہ کی جستجو سمجھ سے بالا ہے۔

آپ فرمانے لگے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بوقت حساب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ''یاعبادی'' کہہ کر مخاطب فرمائے گا: ''اے میرے بندو'' کہنے میں جو لذت ہے وہ اہل محبت جانتے ہیں۔

حضرت فرمانے لگے کہ میرے لیے اتنی ہی جزا کافی ہے کہ اللہ عزسبحانہٗ مجھے ''میرا'' کہہ کر یاد فرمائے۔۔!!

حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ اپنے ہر ساتھی کو کچھ اس طرح اپنا بنا لیتے کہ یہ احساس اس کے دل میں ہمیشہ گدگدی کرتا رہتا کہ بس لالہ جی صاحب میرے ہی ہیں۔ بعض اوقات نہایت غبی لوگوں کو بھی گھنٹوں گفتگو کے موتیوں سے نوازتے رہتے اور بعض اوقات ''اہل خیر'' اپنی سفلی حرکتوں کی بنا پر محروم رہ جاتے۔

ایک مرتبہ آپ ابوفیصل کے ساتھ حضرت خواجہ یحییٰ اٹکی ''علیہ الرحمۃ'' کے مزار پر تشریف لے گئے۔

دریائے سندھ کے کنارے بڑی دیر مراقبہ فرمایا اور ابوفیصل سے پوچھا:

''کیا تمہیں کشف ہے؟''

اس نے جواب دیا:

قبلہ کبھی تو بڑی گہری سمجھ حاصل ہو جاتی ہے اور بعض اوقات خود اپنی خبر بھی نہیں رہتی۔

آپ فرمانے لگے:

''ماہڑا تے تڑا اک ہی لیکھا اے''۔

''میرا اور تیرا بس ایک ہی حساب ہے''۔

لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہائے میرا اور تیرا کی لذت، پھر دعا فرمائی اور الفاظ نے روح پر وجد طاری کر دیا۔

''ربا ایہہ تے میں اک ہی آں''۔

''میرے ربّ یہ اور میں ایک ہی ہیں''۔

دعا کے بعد حضرت یحییٰ اٹکی علیہ الرحمۃ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ بزرگ ذات کے لوہار تھے لیکن قرب کا اعجاز ذات نہیں دیکھا کرتا بلکہ ظرف دیکھا کرتا ہے۔ حضرت نے اس علاقہ میں دین کا بڑا کام کیا۔ درجنوں لوگ ان کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے بس اصل شے اس ذات حقیقی سے لو لگانا ہے۔ کامیابی کی چابی بھی اسی کا تعلق ہے۔ جو اس سے بیگانہ ہے وہ مٹی بھی نہیں اور جو اس کا ہے فرشتے بھی اس کا طواف کرتے ہیں:

بعض اوقات نہایت غبی لوگوں کو بھی گھنٹوں گفتگو کے موتیوں سے نوازتے رہتے

سلسلہ نقشبندیہ کے خصائص بتاتے ہوئے گویا ہوئے:

یہ لوگ بے کار رہنے کو حرام سمجھتے ہیں۔ رزق حلال کما کر یاد الٰہی میں کھو جانا ان کی زندگی کی اصل ریاضت ہے۔ ان کا وظیفہ حیات ''ہتھ کار ول دل یار ول'' (ہاتھ کام کی طرف دل دوست کی طرف) ہے۔

قرآن مجید بھی اس کی تائید کرتا ہے:

رجال لا تلھیھم تجارۃ و لا بیع عن ذکر اللہ

سید ابوفیصل نے عرض کی لالہ جی حضور! سورج غروب ہو رہا ہے، تشریف لائیں راولپنڈی ساتھی انتظار کر رہے ہوں گے۔

فرمایا:

''تم ٹھیک کہتے ہو کسی کو انتظار کی زحمت میں مبتلا کرنا ٹھیک نہیں''۔

ساتھ ہی اس خواہش کا اظہار بھی فرمایا کہ تم اگر کبھی فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ عبدالشکور کی مرقد رحمت پر حاضری دیں گے۔

گاڑی پر سوار ہوئے اور راولپنڈی جی ٹی ایس کے اڈہ پر اُترے۔ لالہ جی صاحب کے سر پر باندھا ہوا رومال ماتھے کی طرف سرکا ہوا تھا۔ ہاتھ میں عصا تھا عینک اتاری اور دامن سے صاف کی اور ابوفیصل سے کہنے لگے:

''محبت بڑی چیز ہے محبت کے ساتھ عبادت کروڑوں سال کی روحانی مسافت دقیقوں میں طے کروا دیتی ہے اور محبت کے سوا عبادت حرکات بے معنیٰ ہیں۔۔۔۔ پھر لالہ جی محبت کا نور بکھیرتے۔ محبت پر گفتگو کرتے۔۔۔ محبتوں کے سائے میں محبت ہی کی جستجو لیے ٹینچ بھاٹہ روانہ ہو گئے''۔

زمانہ قدر کر ان کج کلاہان محبت کی
کہ پیدا اس نمونے کے جواں ہر دم نہیں ہوں گے

حضرت لالہ جی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''میرا اور تیرا بس ایک ہی حساب ہے''

سیدنا امام حسن علیہ السلام

پیر سید خضر حسین چشتی

حبیبِ خالقِ ارض و سماء امام حسن
شبیہِ حضرتِ خیرالوریٰ امام حسن
ضیائے حیدر و خیرالنساء امام حسن
خضر فقیر کے غم کی دوا امام حسن
نبی ﷺ کا نور ، امام جلی امام حسن
سخی امام حسن ہے ، ولی امام حسن
رسولِ پاک ﷺ کے انوار کی کرن کہیے
امیر مُلک محبت شہِ زمن کہیے
رضا و حلم کی اقلیم کی پھبن کہیے
حسن کو حُسن کی دنیا کا بانکپن کہیے
مصیبتوں کی کشاکش میں جی لیا جس نے
جفا کا زہر خموشی سے پی لیا جس نے
جبینِ دیں کا حسن کو جمال کہتے ہیں
فضائے نور کا بدر و ہلال کہتے ہیں
حسن کو صاحبِ حسنِ کمال کہتے ہیں
حسین ایسا کہ سب بے مثال کہتے ہیں
کہوں حسن کو تو شاہوں کا شہریار کہوں
امامِ دوم ، اماموں کا تاجدار کہوں
بسوئے مُلکِ بقا ، جب وہ شہسوار چلا
کہا تڑپ کے مدینے نے دلفگار چلا
حسین کہتے تھے بھائی وفا شعار چلا
وفا نے رو کے کہا ، میرا اقتدار چلا
کہا بتول نے حق کو نکھار کر آ جا
جفا کے زہر کو جاں میں اتار کر آ جا
میرے نبی نے یہ فرمایا میری جان آ جا
اے میری امتِ عاصی کے پاسبان آ جا
آ میرے چاند ، مرے نور ، میری شان آ جا
کہا یہ خلد نے سلطانِ دوجہان آ جا
جگر کریم کا چیرا ہے چیرا دستوں نے
نبی کا گھر بھی نہ چھوڑا ہوس پرستوں نے

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد صدیق خان قادری

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی برصغیر کے جید عالم، مبلغ، مصنف، مفسر، محدث، فقیہہ اور علم وعرفان کا سرچشمہ تھے۔ آپ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یادگار تھے۔ آپ ان شہ سواران اسلام میں شامل ہیں جن پر ملت اسلامیہ کو ہمیشہ فخر رہے گا۔ آپ اپنے دور کی ان مقتدر ہستیوں میں سے ہیں۔ جنہیں قوم کی پیشوائی اور رہنمائی کا شرف حاصل ہے۔ 19ویں صدی میں عالم اسلام اور بالخصوص برصغیر کے علماء میں آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی اسلام کی ترویج و تبلیغ، دینی علوم کے فروغ اور عقائد حقہ کی اشاعت میں صرف کردی۔ آپ نے مختلف موضوعات پر اردو، فارسی اور عربی میں متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ جو تفسیر نعیمی کے نام سے دنیا بھر میں مقبول اور معروف ہے۔ آپ کی کتب سے عوام وخواص رہتی دنیا تک فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی 4 جمادی الاول 1314ھ یکم مارچ 1894ء کو اوجھیانی (ضلع بدایون۔ یوپی۔ ھند) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا محمد یار خان بدایونی۔ فارسی درسیات پر عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک درس گاہ بھی قائم کی ہوئی تھی جس میں طلباء کو دینی تعلیم دیتے تھے۔ اور شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی سے بیعت بھی تھے۔ ان کی تبلیغ وتعلیم اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر کئی لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ جامع مسجد اوجھیانی کی امامت۔ خطابت اور انتظامی امور کے نگران ہونے کے باوجود انہوں نے نہ کبھی کوئی مشاہرہ لیا اور نہ خدمت قبول کی بلکہ اگر کوئی شخص انہیں تحائف یا نذرانہ پیش کرتا تو وہ بستی کے مستحقین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی کے زمانہ طالب علمی کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور آبائی بستی اوجھیانی (ضلع بدایوں) میں والد ماجد کی سرپرستی میں شروع ہوا۔ اس میں قرآن پاک کی تعلیم سے لے کر فارسی کی نصابی تعلیم اور درس نظامی کی ابتدائی کتب شامل ہیں۔

دوسرا تعلیمی دور بدایوں شہر میں گزرا۔ جہاں آپ نے مدرسہ شمس العلوم میں مولانا قدیر بخش بدایونی کی نگرانی میں تین سال تک تعلیم حاصل کی۔

تیسرا تعلیمی دور مینڈھو (ضلع علی گڑھ۔ یوپی) میں گزرا جو چار سال پر مشتمل رہا۔

چوتھا تعلیمی دور وہ ہے جب آپ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے پاس جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں حاضر ہوئے۔ صدر الافاضل نے آپ کا امتحان لیا اور پوری تسلی کے بعد آپ کو جامعہ نعیمیہ میں داخل کرلیا۔ صدر الافاضل صرف درس وتدریس کے شعبے سے وابستہ نہ تھے بلکہ تحریر وتصنیف اور مناظرے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے دینی، ملی اور سیاسی رہنما بھی تھے۔ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی نے یہاں صدر الافاضل کے علاوہ معقولات کے امام اور بلند پایہ استاد، خلیفہ اعلیٰ حضرت، علامہ حافظ مشتاق احمد صدیقی کان پوری سے بھی تعلیم حاصل کی۔ اپنے عہد طالب علمی میں اسباق کے مطالعہ اور تکرار کے بے حد پابند تھے۔ آپ رات گئے تک آئندہ صبح پڑھے جانے والے اسباق کا مطالعہ کرتے اور صبح درجے میں استاد محترم کے روبرو اسباق کی تقریر سنتے پھر دیگر ساتھی طلباء کے ساتھ سبق کی دہرائی کرنے بیٹھ جاتے جس میں استاد محترم کی سبق سے متعلق پوری تقریر دہرا دیتے پھر استاد محترم کے قائم کردہ سوالات وجوابات پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے۔ اکثر اوقات اپنی جانب سے نئے سوالات اور پھر ان کے جوابات خود ہی پیش کرتے۔ کسی الجھن کی صورت میں استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے دور کرلیتے۔

دستار فضیلت کے بعد جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں مدرس مقرر ہوئے اسی دوران صدر الافاضل نے افتاء نویسی کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ دھوراجی (گجرات) تشریف لے گئے۔ جہاں دار العلوم مسکینیہ میں 9 سال تک تدریس۔ خطابت اور فتاویٰ نویسی کی ذمہ داریاں بطریق احسن ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے حکم پر جامعہ اشرفیہ میں 3 سال تک فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر گجرات (پاکستان) تشریف لائے جہاں کھکھی شریف میں 4 سال، دار العلوم انجمن خدام الصوفیاء میں بارہ سال اور جامعہ انجمن خدام الرسول میں دس سال تک درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ آپ نے گجرات شہر میں اپنا ایک ادارہ جامعہ غوثیہ نعیمیہ کے نام سے قائم کیا اور پھر تادم وصال اسی ادارے میں خدمت دین میں مصروف رہے۔

آپ نے تحریک پاکستان کے دوران اپنے استاد گرامی صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور دیگر علماء کے ہمراہ برصغیر کے طول وعرض کے دورے کیے اور اجتماعات سے خطاب کیا اور بنارس میں منعقدہ آل انڈیا سنی کانفرنس کی کامیابی کے ذریعے تحریک پاکستان کے لیے رائے عامہ ہموار کی۔ اسی طرح 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت علامہ سید ابو الحسنات قادری کی قیادت میں بھرپور کردار ادا کیا۔

آپ عوامی اجتماعات اور محافل میں خطابات کی بجائے تصنیف وتالیف پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اس کے باوجود مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید ابو البرکات قادری کی دعوت پر لاہور میں دار العلوم حزب الاحناف اور غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان کے سالانہ جلسوں میں خصوصیت سے شریک ہوتے تھے۔ آپ ساری زندگی مروجہ سیاست سے دور رہے لیکن آپ کی تمام تر

ہمدردیاں ہمیشہ جمعیت علمائے پاکستان کے ساتھ رہیں۔
آپ کے نامور شاگردوں میں حافظ الحدیث علامہ محمد جلال الدین شاہ مشہدی بھکھی شریف، حضرت پیر محمد اسلم قادری (مراڑیاں شریف گجرات)، شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی، حضرت سید مختار اشرف کچھوچھوی، حضرت مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی، حضرت مفتی محمد حسین نعیمی، صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی۔ صاحبزادہ سید حامد علی شاہ گجراتی، حضرت سید نظام علی شاہ، مفتی نصیر الدین اشرفی (بہار ہندوستان)، حضرت سید مسعود الحسن شاہ، حضرت قاضی عبدالنبی کوکب اور حضرت کے صاحبزادگان مفتی مختار احمد نعیمی اور مفتی اقتدار احمد نعیمی کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔
آپ کے بڑے صاحبزادے مفتی مختار احمد نعیمی۔ جماعت اہل سنت کے امیر بھی رہے۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔
حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی، سادگی پسند اور درویش شخصیت کے مالک تھے۔ آپ میں صبر و استقلال۔ تواضع و انکساری اور تحمل و بردباری جیسے اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ نے ساری زندگی سفید پوشی میں گزاردی، اس کے باوجود کبھی کسی سے کوئی قرض نہیں لیا بلکہ لوگوں کی حتی المقدار امداد کردیتے تھے۔
آپ کی معرکتہ الاراء تصانیف میں تفسیر نعیمی، نور العرفان، حاشیتہ القرآن، انوار القرآن، اسرار الاحکام، جاء الحق، شان حبیب الرحمن، نعیم الباری فی شرح بخاری، مراۃ شرح مشکوۃ، سلطنت مصطفیٰ در مملکت کبریا، رحمت خدا بوسیلہ اولیاء اللہ، علم القرآن، علم المیراث، مواعظ نعیمیہ، اسلام کی اصولی اصطلاحیں، اسلامی زندگی، حقیقت نسب، حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر رسالہ نور اسلامی زندگی اور شاعری میں دیوان سالک قابل ذکر ہیں۔
1957ء میں آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ قرآن کنز الایمان پر حاشیہ یعنی تفسیری نکات تحریر فرمائے۔ اس کے علاوہ مسلک حقہ کی تائید و حمایت میں کئی کتب تصنیف فرمائیں تو حضرت پیر سید معصوم شاہ نوشاہی قادری کی تحریک پر پاکستان کے جید علمائے کرام نے متفقہ طور پر آپ کے لیے حکیم الامت کا لقب تجویز فرمایا اور ہندوستان کے علمائے اہل سنت نے بھی اسے تسلیم کیا۔
آپ کا وصال 3 رمضان المبارک 1391ھ، 24 اکتوبر 1971ء کو ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید ابوالبرکات قادری مہتمم دارالعلوم حزب الاحناف نے پڑھائی۔ آپ کا مزار گجرات میں ہے۔ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی نے دین متین کی جو خدمات سرانجام دی ہیں اس کے باعث ان کا نام تاریخ میں ہمیشہ زندہ و پائندہ رہے گا۔

بقیہ: فتح مکہ

آپ ﷺ جو کریں گے اچھا کریں گے آپ نے فرمایا جاؤ تمہیں آزاد کیا سب کو معاف کیا۔ یہ جرأت انگیز حوصلہ صرف آپ کا ہی ہوسکتا ہے ورنہ اس موقع پر انسان کہاں قابو میں رہتا ہے۔ آپ ﷺ کی اس کیفیت کو حضرت اقبال نے یوں بیان فرمایا:

آنکہ بر اعدا در رحمت کشاد
مکہ راہ پیغام لا تثریب داد
وقت ھیجا تیغ او آھن گداز
دیدہ او اشک بار اندر نماز

"جس نے دشمنوں پر رحمت کا دروازہ کھولا۔ جس نے مکہ کے لوگوں کے لیے لا تثریب کا پیغام دیا۔ میدان جنگ میں آپ کی تلوار لوہے کو پگھلا دیتی ہے لیکن آنکھوں سے اشک جاری ہورہے ہوں گے"۔

بتوں سے تطہیر

فتح مکہ کا سب سے اہم مرحلہ بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کرنا تھا۔ اس وقت کعبہ میں تین سو ساٹھ سے زائد بت موجود تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی کمان کے ساتھ بتوں کو گراتے اور یہ آیت پڑھتے "جاء الحق وزھق الباطل" اور آپ کی ٹھوکر سے بت اوندھے منہ گرتے۔ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ چابی لے کر کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ اس کو تصاویر سے پاک کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی اور انہوں نے کعبہ میں طویل عرصہ کے بعد اللہ کی واحدانیت کا اعلان کیا۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سیرت رسول ﷺ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔

سخاوت صرف مال میں ہوتی ہے اور جواد ہونے کا تعلق انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ ہوتا ہے۔
حضور ﷺ تو ہدایت اور معارف کی کوئی ایسی قسم نہیں جس سے قافلۂ انسانیت کو نوازتے نہ ہوں۔
علامہ کرمانی لکھتے ہیں
"رحمت عالم ﷺ "اجود الناس" تھے اس لیے کہ آپ کا مبارک وجود اشرف الناس تھا اور مزاجوں میں آپ کا مزاج مبارک "اعدل" تھا آپ سے جو کچھ صادر ہوتا وہ احسن ہوتا آپ کے جمال میں ملاحت تھی۔ یہ آپ ہی کا پیکر رحمت تھا جس میں سے نوازشیں پھوٹتیں اس لیے کہ آپ جود الناس تھے"۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: محمد طارق صدیق کھوکھر، لاہور

سیدہ کائنات کانفرنس

منعقدہ 25 مارچ 2023 بروز ہفتہ بعد نماز ظہر تا مغرب

منظور حسین اختر

بضعۃ الرسول سیدہِ کائنات، خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام سے عقیدت و احترام کا رشتہ ہر مومن مسلمان کا سرمایہ ہے۔ خصوصاً دورِ حاضر میں جبکہ یہود و نصاریٰ کے کچھ ایجنٹ مسلمانوں کے دلوں سے محبت آلِ رسول ﷺ کم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محبت اہل بیت کا پرچم حضرت مفکر اسلام، مفسر قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ جی کے ہاتھوں میں تھمایا ہے اور ذکر اہل بیت کے ترانے اللہ تعالیٰ نے شاہ جی کے ہونٹوں پر سجا دیے ہیں۔ چار دانگ عالم میں شاہ جی کی فکر چھا رہی ہے لوگ جس طرح اس دور میں علی علی کر رہے ہیں شاید ہی کسی دور میں اس طرح بانگ دہل ذکر پنجتن پاک ہو رہا ہو۔ یہ محفل جہاں عقیدتوں کا اظہار تھا وہیں گمراہیوں کا ردِ بلیغ بھی تھا۔ جہاں خاتونِ جنت کی یادوں کا حسین اور خوبصورت چراغاں تھا وہیں فکر کی جولانیوں کا سامان بھی تھا۔ جہاں علم و عقل کا سمندر موجزن نظر آ رہا تھا وہیں جوش و عشق کا سیلِ رواں بھی محسوس ہو رہا تھا۔

یہ صرف محفل نہ تھی ایک عقیدہ تھا، ایک فکر تھی، ایک جذبہ تھا، ایک عقیدت کا اظہار تھا کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے ہماری وفا حضور ﷺ کی آل کے ساتھ ہے، ہم جییں گے تو حضور ﷺ کی آل کے ساتھ، مریں گے تو حضور ﷺ کی آل کے ساتھ۔ ہمارا جینا مرنا انہی نفوس قدسیہ کے ساتھ ہے۔ ہم ان کے سوا کسی کو دیکھتے بھی نہیں، ہم ان کے سوا کسی کی سنتے ہی نہیں، ہمیں کسی سے تعلق ہی کیا، ہم ازل سے آلِ رسول ﷺ کے خانہ زاد غلام ہیں، ہماری نسلیں بھی ان کی غلام ہیں۔

شاہ جی کی اس محفل کی روداد صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کی سعی کرنے لگا ہوں لیکن ہر بار کی طرح اب بھی پریشان ہوں کہ شاہ جی کے الفاظ تو تھوڑے بہت نقل کر دوں گا لیکن الفاظ کے اندر موجزن جوش و جذبہ اپنے قارئین کو کیسے دکھا پاؤں گا۔ شاہ جی کے جملے تو پڑھنے والوں کے آگے رکھ دوں گا لیکن دلوں میں کھبنے والا اثر کہاں سے لاؤں گا۔ کاش اللہ میری تحریر میں وہ اثر پیدا کر دے کہ شاہ جی کا مافی الضمیر لوگوں تک پہنچانے کے قابل ہو سکوں۔

اس پیاری محفل کا آغاز قاری غضنفر نعیمی کی تلاوت قرآن سے ہوا، جبکہ نقابت کے فرائض علامہ رضوان انجم اور علامہ شیخ محمد قاسم ادا کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کے حضور منظوم ہدیہ عقیدت پیش کرنے والوں میں ملک پاکستان کے بڑے نام سید زبیب مسعود شاہ و عظمت صابری و دیگر شامل تھے۔

محفل میں سٹیج کے بالمقابل جو شخصیات تشریف فرما تھیں ان میں سے چند کے اسمائے گرامی کچھ یوں ہیں:

پیر سید فیصل ریاض حسین شاہ، پیر سید نعمان ریاض حسین شاہ، پیر سید مظہر سجاد گیلانی، مفتی محمد لیاقت علی، حافظ پیر محمد سخی، پیر محمد گلزار، علامہ فیض بخش رضوی، پیر شفیق شاہ بخاری، ڈاکٹر محمد حسین، قاری ثناءاللہ، پیر غلام رسول عرفانی، ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، ڈاکٹر گلزار، پروفیسر محمد بہاؤ الدین، علامہ سلیم ہمدمی، علامہ ذیشان احمد حسان، حاجی ایوب و دیگر شامل ہیں۔

محفل کا پہلا خطاب حضرت پیر سید عظمت حسین شاہ کا تھا۔

پیر سید عظمت حسین شاہ

آپ نے اپنے خطاب میں شاہ جی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ مخدومہ کائنات کے ذکر کی محفل دورِ حاضر کی ضرورت ہے، انھوں نے خواجہ میر درد کے ایک فارسی شعر کے حوالے سے حضرت سیدہ خاتون جنت کی شان یوں بیان کی کہ

”جگر جگر است و دِگر، دِگر است“

یعنی سب اپنی اپنی جگہ بڑا مقام رکھتے ہیں لیکن سیدہ کا مقام جداگانہ ہے کہ وہ امام الانبیا کے جگر کا ٹکڑا ہیں۔ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے پیر سید عظمت حسین شاہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ امام زید سے پوچھا گیا کہ حضرت جعفر طیار کا مقام بلند ہے یا کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کا؟ تو حضرت زید نے فرمایا کہ حضرت جعفر طیار کا بہت بڑا مقام ہے لیکن چادر والوں کا مقام بہت بلند ہے۔

قاری فیض بخش رضوی

مدینۃ الاولیا ملتان سے تشریف لانے والے مہمان، شعلہ نوا خطیب علامہ فیض بخش رضوی نے کہا کہ 2006 سے شاہ جی کے ساتھ منسلک ہوں اور آج تک اس نسبت پر فخر محسوس کرتا ہوں، شاہ جی کی محافل میں ہمیشہ حاضری اور شاہ جی کی زیارت کیلئے آتا ہوں، شاہ جی کریم ابن کریم ہیں وہ ہمیشہ سب کو نوازتے ہیں۔ آج میرا جو کچھ بھی ہے سب شاہ جی کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔ اولادِ رسول کل بھی اعلیٰ تھے، آج بھی اعلیٰ ہیں اور قیامت کے بعد بھی اعلیٰ ہوں گے۔ جس نے باب العلم کا فیض حاصل کرنا ہے وہ شاہ جی کے پاس آئے اس لیے کہ مولا علی کا فیض، مولا علی کی اولاد سے ہی مل سکتا ہے۔ باب العلم کا فیض شاہ جی سے ملتا ہے۔

لجپال پریت نوں توڑدے نئیں
جدی بانہہ پھڑدے اوہنوں چھوڑدے نئیں

علامہ رضوی نے کہا کہ یہ شعر شاہ جی پر صادق آتا ہے۔
علامہ فیض بخش نے ایک حسین مثال دیتے ہوئے کہا

کہ ایک وقت تھا جب فرق باطلہ حضور ﷺ کے مقابل دیگر لوگوں کو لانے لگے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا کہ حضور جیسا کون ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ ہر حالت میں مسجد میں تشریف لا سکتے ہیں۔ آج نفاق آلود اذہان مولا علی کے مقابل دیگر لوگوں کو لانے لگے تو شاہ جی اٹھے اور فرمایا کہ حضور ﷺ بھی مسجد میں ہر حالت میں تشریف لا سکتے تھے اور علی کو بھی حضور ﷺ نے ہر حالت میں مسجد میں آنے کی اجازت عطا کی تھی، گویا حضور ﷺ جیسا بھی کوئی نہیں اور علی جیسا بھی کوئی نہیں۔

علامہ رضوی نے کہا کہ نہ علی جیسا کوئی ہے اور نہ ہی علی کی اولاد جیسا کوئی ہے۔ میرے شاہ جی بھی بے مثل اور بے مثال ہیں۔

مفتی چمن زمان قادری

کراچی کی سرزمین سے تشریف لانے والی مقتدر اور علمی شخصیت مفتی چمن زمان قادری آج کی محفل کے خصوصی مہمان خطیب تھے۔ انھوں نے اپنے خطاب میں شاہ جی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ آپ نے ابن مردویہ کے حوالے سے حضرت سیدہ کائنات کے حضور نذرانہ محبت پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جنتی جنت میں ہوں گے تو یکایک ایک خاص اور تیز روشنی نظر آئے گی۔ جنتی سوچیں گے کہ شاید یہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کی روشنی ہے۔ جنتی یہی سوچ رہے ہوں گے کہ آخر یہ کس شے کی روشنی ہے تو رضوان جنت انہیں بتائیں گے کہ مولا علی نے سیدہ سے مزاح فرمایا تو جناب سیدہ کے ہونٹوں پر تبسم پیدا ہوا جس سے روشنی پھیلی اور نورانی وجدانی روشنی جناب سیدہ کے تبسم کی خیرات ہے۔ مفتی چمن زمان نے اپنے سامعین کو سمجھایا کہ جنت خود اتنی روشن ہے تو اس میں تیز روشنی کا پیدا ہونا حضرت سیدہ کے مقام پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کے تبسم کی خیرات سے جنت بھی روشن ہو جاتی ہے۔

دوسری مثال سے حضرت سیدہ کائنات کا مقام سمجھاتے ہوئے مفتی چمن زمان نے کہا کہ دو شخصیات میں مضبوط تعلق محبت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب انبیائے کرام کو الگ الگ مقامات سے نوازا لیکن امام الانبیا کو حبیب اللہ بنایا۔ شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ کائنات توجہ محبی کا نتیجہ ہے۔ یعنی محبت کا صدقہ ہے۔ حضور ﷺ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور مقام سیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب ذات حضرت سیدہ کائنات کی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے حوالے سے مفتی چمن زمان قادری نے کہا کہ اللہ نے حضرت مجدد پاک کو بلند مقامات کی سیر کرائی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق کے مقام کے مقابل ایک مقام دیکھا یہ محبوبیت کا مقام تھا جو سیدہ فاطمۃ الزہرا کا مقام تھا۔ اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل مقام سیدہ کا ہے۔ مفتی چمن نے اپنی گفتگو اس جملے پر ختم کی کہ شاہ جی کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔

پیر سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم العالیہ

شاہ جی نے گفتگو کے آغاز میں تقریباً سبھی مہمانان گرامی کے نام لے کر فرداً فرداً شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ آج کی محفل اتنی بلند ہے کہ لفظ نہیں مل رہے۔ تقدس میسر نہیں کہ کن کلمات سے سیدہ کی تعریف کروں۔

چونکہ شاہ جی کو قبلہ لالہ جی نے شعر موزوں کرنے سے منع فرمایا تھا یقیناً وہ جانتے تھے کہ اللہ نے شاہ جی سے قرآن کا کام لینا ہے اسی لیے آپ کی جہت تقسیم ہونے سے بچانے کے لیے قبلہ لالہ جی نے شاہ جی کو شعر کہنے سے منع فرما دیا تھا۔ وگرنہ شاہ جی ادب کے جس مقام پر ہیں ان کے آگے شعر خوانی کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ ایک انٹرویو آج کل انٹرنیٹ پر میسر ہے جس میں شاہ جی کے پرانے دور کی ایک غزل ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

بہرحال شاہ جی نے فرمایا کہ چونکہ لالہ جی نے شعر خوانی سے منع فرمایا اس لیے کچھ الفاظ توڑ موڑ کر آپ کو پیش کر رہا ہوں تاکہ شیخ کے حکم پر بھی عمل ہو جائے اور دل کی محبت کا اظہار بھی ہو جائے۔

''الم گزیدہ، درد چشیدہ، ظلم دیدہ
عظیم رستوں کے سچے راہی
حسین ارادوں کی باگ تھامے
جواں جادوں پہ گامزن
خونی سجادوں کے سجدہ گزار
کسی قدم کا سراغ لے کر
کسی چادر کی روشنی میں
کسی چادر کی برکت میں
کسی چادر کی رحمت میں
کسی چادر میں پوشیدہ وہ نور پنہاں
نگر نگر کی اداس شاموں کو روشنی میں بدل رہے ہیں
کہ علم کے راستوں پر چل رہے ہیں''۔

احباب گرامی!

سیدہ کا نام بہت بلند ہے، خوشبو خوشبو ہے اور نور نور ہے، آسماں آسماں ہے، اگر سچ پوچھیں تو عرش عرش ہے۔

انجیل کے الفاظ اپنے سامعین کو عطا کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا:

''کہ وہ عظیم آنے والا بزرگ اور برتر رسول جس کی ایک بیٹی ہو گی اور وہ دو خوبصورت مہ پاروں کو جنم دے گی، وہ دو خوبصورت چاند سے بھی بالا روشنیوں کے پیکر جنم دے گی''۔

تورات نے بھی ذکر کیا:

''ابراہیم کی دعا جہاں ذکر ہوئی وہاں ابراہیم نے حضور ﷺ کی آمد کا ذکر کیا تو دو بیٹوں کا ذکر کیا۔ اہل ادب یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ حسن اور حسین ہیں۔ اور اہل فکر یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اسماعیل اور اسحاق ہیں۔ شاہ جی نے فرمایا کہ وہ جو بھی تھے نور کا پیکر تھے۔ بی بی پاک کے حوالے سے کم بھی کہا جائے تو وہ بہت کچھ ہوتا ہے کم نہیں ہوتا۔

روزنامہ اوصاف کے ایڈیٹر جناب مہتاب خان سامنے پنڈال میں نیچے بیٹھے تھے شاہ جی کی نظر جب ان پر پڑی تو فرمایا مہتاب خان صاحب نیچے بیٹھے ہیں بہت اچھا ہوتا اگر وہ کرسی پر تشریف فرما ہوتے لیکن آپ نے پرانی یادوں کو تازہ کیا اور وفاؤں کا اظہار کیا۔

اتفاق، اتحاد، صوفی ازم، اہل اللہ کی سنت کو پورا کرتے ہوئے شاہ جی نے اپنی مشفقانہ طبیعت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''میں کسی کو بیگانہ نہیں سمجھتا، آپ سب ہمارے ہیں۔ حضور ﷺ کی ساری امت ہماری ہے۔ پھر شاہ جی نے اپنے سامعین خصوصاً سادات کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنی نسل کو پڑھائیں، انہیں تعلیم دلائیں لیکن اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے مولا علی کے بے وفاؤں کے مدرسوں سے بچائیں، ان مدرسوں میں بچوں کو پڑھائیں جو مولا علی کی محبت سکھانے والے ہیں۔ بچوں کو ان مدرسوں میں بھیجیں جہاں گستاخیاں نہیں سکھائی جاتیں۔

شاہ جی کی ایک نہایت افسوس ناک خبر پر پورے پنڈال میں غم وغصہ کی لہر پیدا ہوگئی، شاہ جی نے فرمایا:

''کچھ مدرسے والوں کے پاس اگر سید زادے پڑھنے کیلئے آئیں تو ان سے حلف نامہ تحریر کروایا جاتا ہے کہ لکھو (معاذ اللہ) ابو طالب کافر ہیں''۔

قارئین! ذرا سوچیے! کیا یہی اسلام ہے۔ اقبال نے سچ کہا تھا:

گلہ تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدائے لاالہ الا اللہ

شاہ جی کا ایک حسین جملہ پڑھیے!

''علم وہ نہیں جو تمہاری کتابوں سے آئے بلکہ علم وہ ہے جو حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے آئے جس سینہ کے متعلق فرمایا کہ ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے''۔

انٹرنیٹ پر ایک خبر آج کل معروف ہے۔ شاہ جی نے اپنی زبان مبارک سے یہ خبر بتا کر مہر تصدیق ثبت کردی اور اپنے سامعین کے دلوں میں خوشیوں کی لہر دوڑا دی۔ خبر سنیے!

''تمہیں مبارک ہو کہ میں نے سنا ہے کہ بی بی پاک کا مزار بنانے کا کام شروع ہونے والا ہے۔ دیکھو! ان ہواؤں کو کس نے بدلا، ارادوں میں ہلچل کس نے پیدا کی، معلوم ہوا آسمانوں اور زمینوں کا خدا زندہ ہے۔ قافلے بنتے ہیں بن کر ٹوٹ جاتے ہیں، کارواں بنتے ہیں بن کر بکھر جاتے ہیں۔ لیکن سدا حکومت فاطمہ زہرا والوں کی ہی ہے''۔

لوگوں کی جفا اور بے وفائی کا ایک قصہ بیان کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا ''ایک مزے کی بات بتاؤں کی ایک مولانا صاحب نے مجھ پر (شاہ جی) فتویٰ لگایا۔ فتویٰ لگانے والوں کی خیر ہو۔ (یہ ہوتا ہے آلِ رسول ﷺ کا اخلاق) لیکن فتویٰ کے بعد آخر میں لکھا:

خدایا بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول''

قارئین!

ویسے فتویٰ فروشوں کی عقل کا ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے

پہلی بات تو یہ کہ شاہ جی قبلہ نے آج تک کوئی منفی بات ہی نہیں کی۔ کسی بزرگ کی تحقیر تو دور کی بات شاہ جی نے تو اپنے کسی ہمعصر کے متعلق بھی نیگیٹو بات نہیں کی۔ جس کی گواہی بریلی شریف سے علامہ اختر رضا خان بریلوی جب لاہور آئے تھے تو کہا تھا کہ اتنے بندوں سے ملا سب نے کسی نہ کسی کے خلاف باتیں کیں لیکن سید ریاض حسین شاہ نے کسی کے خلاف کوئی بات نہ کی۔ یہ بڑے لوگوں کی نشانی ہے۔

نہ جانے فتویٰ فروش لوگوں کو شاہ جی سے کیا دشمنی ہے، اصل میں دشمنی ان سے نہیں ان کے بابا مولا علی سے ہے۔ تاریخ اسلام گواہ ہے جس نے بھی مولا علی کا ذکر کیا اس پر فتوے لگائے گئے اس کی مخالفت کی گئی۔ لیکن جس طرح عبداللہ بن ابی کو بھی علم تھا کہ میری بخشش اگر ہوگی تو رسول اللہ ﷺ کے تبرک (قمیض) کی برکت سے ہوگی اسی طرح ان لوگوں کو بھی علم ہے کہ اگر ہماری بخشش ہوگی تو آلِ رسول ﷺ کے صدقہ سے ہی ہوگی۔ لیکن نہ جانے کیوں مخالفت کر کے اپنے لیے جہنم کی آگ خرید رہے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

چلیں چھوڑیں!!! آیئے شاہ جی کی مبارک مبارک باتیں سنیں!!!

شاہ جی نے فرمایا:

یہود ونصاریٰ مسلمانوں کو بکھیرنا چاہتے ہیں۔ کچھ لوگ جعلی سید بنے ہیں اور اپنے نام کے ساتھ ''سید'' لکھتے ہیں اور پھر کبھی امام حسین کی توہین کرتے ہیں تو کبھی امام حسن کی توہین کرتے ہیں، کبھی بی بی پاک کی گستاخی کرتے ہیں۔ آپ ان لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ نہ دینا۔ بلکہ آپ اپنا ورد بناؤ:

خدایا بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول''

اپنا نکتہ نظر اور اپنا لائحہ عمل بیان کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا:

''ہم نے تہیہ کیا ہے کہ نہ فتوے کا جواب دیں گے، نہ گالی کا جواب دیں گے۔ میرا پیغام یہ ہے کہ مخالفین جتنا بھی گالیوں کا طوفان اٹھائیں آپ حیدر حیدر کی صدا بلند کریں۔ کثرت سے ذکر علی کریں''۔

پورا مجمع حیدر حیدر کی صداؤں سے گونج اٹھا، حاضرین محفل کا جوش دیدنی تھا، ہاتھ اٹھے تھے اور زبانوں پر حیدر حیدر کی صدائیں رس گھول رہی تھیں۔

ہولے سے انداز اور درد مند دل کے ساتھ ایک نصیحت اپنے سامعین کو شاہ جی نے فرمائی:

''حضور ﷺ کے گھر کا ذکر ہو تو دب کر ذکر نہ کرو۔ مِٹ کر ذکر نہ کرو بلکہ باغیرت ہو کر ذکر کرو''۔

مجمع میں پھر حیدر حیدر کی صدائیں بلند ہوئیں اور شاید جوش وخروش کا پیمانہ ابلنے کو آ گیا۔ زبانیں اور دل کی دھڑکنیں حیدر حیدر کی صدائیں بلند کر رہی تھیں۔ یہ شاہ جی کی کرامت ہے کہ اس دور میں لوگوں کے اندر محبت علی کے چراغ روشن کردیئے ہیں۔ خطبا وعلما جس عنوان کو چھیڑنے سے خوف کھاتے ہیں شاہ جی ہر الزام اپنے اوپر لے کر حیدر حیدر کی صدائیں عوام الناس کے دلوں میں پیوست کر رہے ہیں۔ اب سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن عوام الناس کے دلوں سے محبت علی نہیں نکالی جاسکتی ہے ایسا جام پلایا ہے میرے شاہ جی نے۔

میرے مندرجہ بالا اعترافِ حقیقت کی تصدیق شاہ جی کی اس بات سے ہوجاتی ہے، فرمایا:

''ایک مزار کے قریب سے گزرا تو ملنگوں نے کہا شاہ جی! دھمال تو دیکھتے جائیں میں نے پوچھا مجھے ہی دھمال دیکھنے کی دعوت کیوں؟ تو کہنے لگے علی علی کراتے ہی آپ ہیں''۔

نعرہ حیدری اور حیدر حیدر کی صداؤں کے جواز میں فرمایا:

''یاد رکھنا! ہر نعرے میں اختلاف ہوسکتا ہے لیکن حیدر حیدر کی صدا میں کسی کو اختلاف نہیں ہے حیدر کو تو سب ہی مانتے ہیں۔ یہ بھی مانتے ہیں، وہ بھی مانتے ہیں اور جب امام مہدی آئیں گے تو پھر کیا کہو گے کہ یہ (امام مہدی) کس کا بیٹا ہے؟ حیدر حیدر۔

کیا خوبصورت بات شاہ جی نے فرمائی۔۔۔ خدا کی قسم اس بات پر صدقے واری جانے کو دل چاہتا ہے اور شاہ جی کے مقام ومرتبہ کی ایک جھلک دیکھی جاسکتی ہے:

فرمایا:

''زندگی کا لطف ہی اب آرہا ہے پہلے لوگ مجھے دیکھتے تو دیکھ کر شہنشاہ شہنشاہ کا نعرہ لگاتے، لیکن اب دیکھتے مجھے ہیں اور نعرہ حیدر حیدر کا لگاتے ہیں۔

یہ اللہ کا خاص کرم ہے کہ ہم ان کے نام سے پہچانے جاتے ہیں''۔

شاہ جی کی اس بات اور مافی الضمیر کو ایک شاعر

نے کیا خوبصورت انداز میں منظوم کیا ہے:

دیکھ لے شکل میری کس کا آئینہ ہوں میں
یار میں گم ہوں اور یار میں فنا ہوں میں

ذکر علی کی مداومت پر اپنے سامعین کو تلقین کرتے ہوئے کہا:

”ذکر علی سے منع کرنے والوں کی قیمت ناخن کی میل کے برابر بھی نہیں ان سے مت ڈرو۔ وہ دیکھو! حضور ﷺ گنبدِ خضریٰ سے ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ میرے علی کا نام کون کون لے رہا ہے“۔

دورِ حاضر میں مخالفین کا بے بسی سے تڑپنا ملاحظہ کریں:

شاہ جی نے فرمایا:

” ایک جلسہ دستارِ فضیلت میں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ طلبا کو سندِ فراغت کے ساتھ پیر بھی بنایا جائے اس لیے کہ جو پیر ہیں وہ ہمارے قابو میں نہیں آتے۔

مولانا!!!

پیر وہ نہیں ہوتے جن کو آپ دستار دیں بلکہ پیر وہ ہوتے ہیں جن کو علی دستار دے۔ پیر وہ ہوتا ہے جس کی دستار ادھر سے آئے جو علی کا نہیں وہ ولی نہیں ہو سکتا“۔

آخر میں عقیدہ اہل سنت سکھاتے ہوئے فرمایا:

”نصیحت کرتا ہوں کہ سب خلفائے راشدین کے دن منایا کرو۔ صحابہ قابل عزت ہیں۔ ابوبکر صدیق ہمارے ہیں، جس عقیدہ میں صدیق و علی نہ ہو وہ گمراہی ہے“۔

اعلیٰ حضرت کے لافانی شعر پر شاہ جی نے اپنی نور نور گفتگو کا اختتام کیا:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

سیدہ کائنات کانفرنس کے حوالے سے اپنی گزارشات کو شاہ جی کے ایک عظیم خلیفہ حضرت علامہ پیر حافظ محمد سخی کی کتاب ”حبیبۃ الرسول ﷺ کا بضعۃ الرسول ﷺ سے ادب و عشق“ کے ایک اقتباس پر مکمل کرتا ہوں، یہ اقتباس اتنا حسین ہے کہ آج کے سبھی فتنے اس روایت سے ختم ہو سکتے ہیں اگر انصاف کی نظر اللہ عطا کرے:

”حضرت سیدہ پاک بتول علیہا السلام کا ایک عظیم الشان خطاب جو تاریخ میں خطبۂ فدکیہ یا پھر خطبۂ لمہ کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ جس میں حضرت بی بی پاک علیہا السلام نے اسلام کے بنیادی اُصولوں پر گفتگو فرمائی۔ قرآن مجید کی آیات بینات سے استدلال کرتے ہوئے اسلامی تاریخ و تحریک کا نہایت ہی عمیق تجزیہ فرمایا۔ آپ کے اس خطبہ میں اپنے بابا اور اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کی شانِ رفعت اور اسوۂ مبارکہ کا ذکر بھی کیا اور اپنے سرتاج مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے کارناموں کا بیان بھی فرمایا۔

اس خطبہ میں شہزادیٔ کونین نے اُمت کے نام جو پند و نصائح ہدیہ کیے۔ اُنہوں نے اسلامی تاریخ پر گہرے نقوش مرتب کیے ہیں۔ اس خطبہ کی جامعیت کا عالم یہ ہے کہ اس میں مالک لم یزل کی تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل سے لے کر اُن تمام بنیادی اسلامی ارکان و اوصاف کا ذکر ہے جن پر اسلام کی پُرشکوہ عمارت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

سیدہ پاک علیہا السلام نے یہ خطبہ مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ارشاد فرمایا۔ اہل سنت میں سے کئی جلیل القدر علمائے اسلاف نے سیدہ پاک کے اس خطبے کو روایت کیا اور اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مسجد نبوی میں تاریخ ساز خطبہ متعدد طریقوں سے نقل کیا گیا ہے۔ جن میں چند اسناد اور طُرق درج ذیل ہیں:

روی خطبة الزهرا سلام الله عليها فى المسجد النبى جمع بطرق متعددة تنتهى بالاسناد عن زيد بن على، عن ابيه، عن جده عليه السلام وعن الامام جعفر بن محمد الصادق عليه السلام عن ابيه الباقر عليه السلام وعن جابر الجعفى عن ابى جعفر الباقر عليه السلام وعن عبد الله بن الحسن، عن ابيه وعن زيد بن على، عن زينب بنت على عليه السلام وعن رجال من بنى هاشم، عن زينب بنت على عليه السلام وعن عروة بن الزبير، عن عائشة

اس خطبہ کو حضرت امام زید بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے اجداد سے نقل کیا۔

اسی خطبہ کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد امام باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن حسن رضی اللہ عنہما نے اپنے والد امام حسن رضی اللہ عنہ سے بھی اس خطبہ کے الفاظ کو محفوظ کیا ہے نیز حضرت زید بن علی نے سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما سے بھی اس خطبہ کی روایت کی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس خطبہ پاک کی روایت کی درج بالا تمام اسناد کا تعلق خاندانِ اہل بیت سے ہے مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایک وہ ہستی بھی ہے جو حضرت سیدہ پاک علیہا السلام سے عشق و محبت میں بے مثل و بے مثال ہے وہ کیسے اس خطبہ کو یاد نہ کرے اور بیان نہ فرمائے۔ اسی لیے اس خطبہ کی ایک نہایت اہم سند حضرت عروۃ بن زبیر سے ہے جنہوں نے اسے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

اس خطبہ میں سیدہ پاک اپنا تعارف درج ذیل الفاظ میں پیش فرماتی ہیں:

اَیھا النّاس !اِعلَمُوا انّی فاطِمَةُ.....
اے لوگو! جان لو، میں فاطمہ ہوں
وَ اَبی مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
میرے والد حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں
اَقُولُ عَوْداً وَ بَدءاً.....
میری پہلی اور آخری بات یہی ہے
وَ لااَقُولُ ما اَقُولُ غَلَطاً.....
جو میں کہہ رہی ہوں اس میں غلطی کا شائبہ تک نہیں ہے
وَ لااَفْعَلُ ما اَفْعَلُ شَطَطاً.....
اور میرے عمل میں لغزش کی ہلکی سی آمیزش بھی نہیں ہے۔

کان لگا کر سنو!
سیدہ فرماتی ہیں کہ میرے قول میں خطا نہیں ہو سکتی
میرے کسی عمل میں کوئی لغزش نہیں ہو سکتی
کیونکہ میں بضعۃ الرسول ہوں
محفوظ عن الخطاء ہوں
مجھ میں خطا تلاش کرنے والوں کا انجام دُنیا اور آخرت میں ذلت و رسوائی ہے

سیدہ پاک علیہا السلام کے ان حسین و جمیل الفاظ کی راویہ اور حافظہ اُن کی عاشقۂ صادقہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں۔

کلام پاک جو پڑھتا ہوں تو یہ لگتا ہے
کلام پاک کی آیت ہیں فاطمہ زہرا

قاآنی کی "پریشان" سے سعدی کی "گلستان" تک

حافظ شیخ محمد قاسم

یہ شاہ جی کے قدموں میں بیٹھنے کی برکت ہے کہ "دلیل راہ" کے دوبارہ شروع ہونے پر دوستوں کا اصرار ہوا کہ تم مدت مدید تک شاہ جی کے حلقہ تلمذ و ارادت میں رہے ہو کچھ لکھنا شروع کرو تا کہ یادیں محفوظ ہو جائیں اور دوست محظوظ ہو جائیں۔ احباب جانتے ہیں کہ شاہ جی سے ان کی ذات سے متعلق اس نوعیت کی اجازت لینا کوہ قاف سر کرنے اتنا مشکل کام ہوتا ہے۔ "برگِ گل" سے نازک طبیعت رکھنے والے شاہ جی کے لیے "نسیم مزاج" کا چلنا ضروری ہوتا ہے۔ فرہاد کی طرح میں آہستہ آہستہ "کوہ کنی" کرتا رہا۔ بالآخر شاہ جی یہ کہہ کر راضی ہو گئے کہ مجھ پر لکھنا تو ضروری نہیں البتہ تمھارا لکھاری ہونا ضروری ہے، پھر حسب معمول پیار دیا اور فرمایا بے وقوف آدمی! چلو اسی بہانے تم لکھنا سیکھ لو گے۔ یہ کہانی ہے ہمارے لکھنے کی۔ ادھر چند حروف کو ترتیب دینا شروع کیا ادھر ایک دوست نے خط لکھ مارا۔

"قاسم! تمھاری تحریر سے شاہ جی کی تحریر کا گمان ہوتا ہے۔ ہم قاسم تمھیں شاہ جی کی وجہ سے پڑھتے ہیں اب ہمیں دلیل راہ پڑھتے ہوئے تمھاری مسکراہٹوں کی طرح تمھارے ترتیب دیے گئے حروف کا بھی انتظار ہوتا ہے۔ کچھ زیادہ لکھا کرو"۔

دوست کا خط پڑھتے ہوئے مجھے شاہ جی کی بزمِ تدریس کی ایک اجلی شام یاد آئی۔ ایک خاصہ عرصہ تک شاہ جی بڑے بابا جی اور اماں جی کے مزار پر پاؤں کی جانب بیٹھ کر پڑھاتے تھے۔ ہم شاہ جی سے گلستان کا سبق لے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:

"فارسی زبان کے معروف قصیدہ گو شاعر قاآنی کو گلستان کے مقابلے میں کتاب لکھنے کی سوجھی تھی اور اس نے ایک کتاب لکھ بھی ڈالی تھی۔ "پریشان" کا مصنف حبیب قاآنی اپنے دیباچے میں لکھتا ہے ایک دوست کے کہنے پر گلستان کی طرز پر نظم ونثر میں ایک کتاب لکھنا چاہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب کو نبوت کا دعویٰ کر کے کذاب کے سوا اور کچھ خطاب نہ ملا، جگنورات کو چمکتا ہے لیکن چاندنی کی برابری نہیں کر سکتا۔ شیخ کی گلستان ایک باغ ہے جس کے ہر پھول کی پتی کے ہزاروں بہشت غلام ہیں اور اہل معنیٰ کی جان قیامت تک اس کی خوشبو سے زندہ ہے"۔

یہ تو شاہ جی نے بیان فرمایا میں عرض کروں گا جیسے قاآنی کی "پریشان" کا مقابلہ سعدی کی "گلستان" سے نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے ہی ہمارے پھیکے لفظوں کا مقابلہ شاہ جی کی زندہ تحریروں سے نہیں کیا جا سکتا شاہ جی قلم سے نہیں، دل سے لکھتے ہیں۔

شاہ جی نے کسی روحانی محفل میں فرمایا تھا شیخ کے تصور کو رابطہ کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شیخ کا تصور نہیں کیا جاتا بلکہ "اسم ذات" کا تصور کیا جاتا ہے۔ سلوک کی تمام منزلیں اسم باری کی روشنیوں میں طے کی جاتی ہیں، بلکہ اگر میں بھولتا نہیں تو آپ نے کسی حوالے سے بعض لوگوں کا یہ مسلک بھی نقل کیا تھا کہ وہ شیخ کے تصور کو شرک گردانتے ہیں اور ایک آدھ حوالہ تصور کے صحیح ہونے کا بھی عنایت فرمایا تھا۔ یہ باتیں تو بڑے لوگوں کی ہیں مجھے جب سے "یادیں بھی اور باتیں بھی" لکھنا شروع کیا ایک فائدہ ضرور حاصل ہوا کہ میں صبح شام، شاہ جی کے دھیان میں رہنے لگ گیا ہوں۔ ماضی کا ایک ایک واقعہ ایک ایک کہانی اور ایک ایک داستان بدن میں رس گھولتی ہے لیکن مادام پریشان رہنے لگ گئی ہے کہ تم کھوئے کھوئے رہتے ہو۔ اب میں اسے اور اپنے سینکڑوں قارئین کو کیسے بتاؤں:

"مرشد کا تصور دل اور دماغ دونوں کو دھو دیتا ہے۔ تزکیہ نفس اس سے عبارت ہے۔ یہی یادِ الٰہی کا چراغاں کرتا ہے جس کو ملا ہے اسی ریاضت سے ملا ہے۔ سچے مریدوں سے پوچھو وہ اپنے پیروں کے چہروں سے کیا تلاش کرتے ہیں، چہروں میں کچھ تو ہے کہ حضور ﷺ نے خود فرمایا تھا علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے"۔

"یادیں بھی اور باتیں بھی" لکھنے کا ایک دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے "خلاصہ کیدانی" سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک جو کچھ شاہ جی سے پڑھا اپنی بساط کے مطابق جو یادداشتیں محفوظ کیں اب پھر انہیں پڑھنے لگا ہوں۔ ایک دن ایک مسئلہ پر رائے دی تو شاہ جی نے مبارک دی قاسم! مبارک ہو اب تمھارے اندر پھر ایک طالب علم بیدار ہوا ہے۔

چند باتیں یاد آئیں آپ نے فرمایا:

حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے لوگو! علم حاصل کرو جو شخص علم کا ایک باب بھی حاصل کرے اللہ اسے اپنی ردائے اصطفا اوڑھا دیتا ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں علم کا چاہنے والا رحمت کا چاہنے والا ہوتا ہے۔ شیخ سعدی ایک جگہ لکھتے ہیں مصر میں دو امیر لڑکے تھے۔ ایک نے علم سیکھا اور دوسرے نے مال جمع کیا۔ نتیجتاً ایک "علامہ" ہو گیا اور دوسرا بادشاہ بن گیا۔ دولت جمع کرنے والے نے علم کے امین کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا میں نے سلطنت پا لی اور تو ابھی تک مسکنت میں زندگی گزار رہا ہے۔

علم والے نے کہا اے بھائی! میں نے پیغمبروں کی وراثت پائی اور تو نے ورثہ فرعون تک رسائی حاصل کر لی۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"جس شخص نے کسی علم والے کی عزت کی گویا اس نے میری عزت کی"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے:

"علم والے کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے"۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"تین چیزیں ایمان سے ہیں۔ تنگ دستی

میں فی سبیل اللہ خرچ کرنا، عالم دین کو علم کی وجہ سے سلام کرنا اور اپنے ضرر کے باوجود لوگوں سے انصاف کرنا''۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''مجھے تین چیزوں سے محبت ہے۔ طویل راتوں میں علم حاصل کرتا رہوں، بڑا بننے سے بچوں اور دل کو دنیا کی محبت سے خالی رکھوں''۔

شاہ جی نے فرمایا:

''صرف آرزو سے علم حاصل نہیں ہوتا اس کے لیے ہجرت، محنت، شب بیداری اور اساتذہ کی خدمت اور آدھی رات کو گریہ و زاری کو شعار بنانا پڑتا ہے''۔

قارئین!

شاہ جی کا معمول ہے کہ ایمز میں ہر سال نئے داخلوں کے موقع پر فضیلت علم پر گفتگو فرماتے ہیں، جس سال میں نے درس نظامی پڑھنا شروع کیا تھا شاہ جی نے طویل خطبہ علم کی فضیلت پر ارشاد فرمایا تھا۔ ساری باتیں تو محفوظ نہ رہ سکیں۔ چمنستان محبت سے مقدور بھر گل چینی کی ہے دل کرتا ہے پھر سے شاہ جی کی سرپرستی میں ایمز میں داخلہ لے لوں لیکن جتنا زور مارو ماضی حال نہیں بن سکتا۔ اب تو غنیمت ہے صبح اٹھیں تو شاہ جی کی زیارت ہوجاتی ہے۔

بقیہ: خاتونِ جنت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

گھڑے، وضو کے لیے ایک برتن، صوف کا ایک باریک کپڑا، یہ تمام چیزیں امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اُن پیسوں سے خریدی گئیں جو آپ زرہ بیچ کر لائے تھے (آج ہم جن رسومات میں گرفتار ہیں۔ اُن کا مطالعہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ اِس قسم کی تمام چیزیں لڑکی کے والدین کو خریدنا پڑتی ہیں چاہے وہ غریب ہوں یا امیر۔ پھر ہم دعویٰ مسلمانی بھی رکھتے ہیں)۔ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ سامان کچھ میں نے خود اُٹھالیا کچھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اُٹھالیا اور سب لاکر آپ ﷺ کی پاک بارگاہ میں پیش کردیا۔ (جلا العیون فارسی ص ۱۲۶ ملا باقر مجلسی، کشف الغمہ فی معرف الائمہ جلد:۱،ص:۴۸۵۔۴۸۶)

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے سیدۂ عالم حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک بارگاہ میں نہایت جامع اَنداز میں ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے۔ جس میں آپ کی عظمت و شان، عفت و پاک دامنی، فقر و استغنا اور اَولاد کی اعلیٰ تربیت اَیسی خوبیوں کو بڑے اَحسن پیرائے میں بیان کیا ہے۔

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نور چشم رحمۃ للعالمین
آن امام الاوّلین و آخرین
آں کہ جاں در پیکر گیتی دمید
روزگار تازہ آئین آفرید
بانوے آن تاج دار ھل اتی
مرتضیٰ، مشکل کشا، شیر خدا
پادشاہ و کلبۂ ایوان اُو
یک حسام و یک زرہ سامان اُو
مادرِ آں مرکز پرکار عشق
مادر آں کاروان سالار عشق

''حضرت سیّدہ مریم علیہا السلام کا عزّت و مرتبہ صرف ایک نسبت سے ثابت ہے کہ وہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں مگر حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عزت و مرتبہ تین نسبتوں سے ثابت ہے۔ ایک تو آپ حضور رحمۃ للعالمین اوّلین اور آخرین کے قائد اور امام ﷺ کی آنکھوں کا نور اور لختِ جگر ہیں۔ وہ ہستی کہ جنہوں نے روئے زمین کے جسم میں از سرنو جان ڈالی اور ایک نئے نظام اور نئے عہد کی تخلیق فرمائی۔ آپ کی دوسری نسبت یہ ہے کہ آپ اُس ہستی کی رفیقۂ حیات ہیں جو مرتضیٰ بھی ہیں، مشکل کشا بھی ہیں اور شیر خدا بھی ہیں۔ بادشاہ وقت ہوتے ہوئے بھی اُن کا شاہی دربار ایک جھونپڑی پر مشتمل ہے۔ اور یہ خود اِختیاری تھا۔ آپ کی ایک ذوالفقار حیدری اور ایک زرہ کل کائنات تھی۔

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عزت و عظمت کی تیسری نسبت یہ ہے کہ آپ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں جن میں سے ایک رونقِ عشق اور مرکز رعنائی عشق ہیں اور دوسرے اِسی قافلہ عشقِ الٰہی کے سالار و میرِ کاروان ہیں۔

نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اپنے اہل میں حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے پیاری تھیں۔ جب سفر پر تشریف لے جایا کرتے تھے تو آخیر میں حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مل کر جاتے تھے۔ جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتے۔ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نسبت نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

خَیْرُ نِسَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، سَیِّدَةُ النِّسَاءِ الْعَالَمِیْنَ، سَیِّدَةُ النِّسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، سَیِّدَةُ النِّسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ، اَفْضَلُ النِّسَاءِ الْجَنَّةِ۔

''صاحبزادیوں میں صرف حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا سے حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا سلسلہ نسل جاری ہوا اور قیامت تک رہے گا''۔

نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت سیّدۃ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی ہنستی نہ دیکھی گئیں اور وصال شریف کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ میں اِنتقال فرما گئیں۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے قبر میں اُتارا۔

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ حضرت سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی شادی امیر المؤمنین حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور حضرت سیّدہ زینب جن کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت سیّدنا محسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن میں اِنتقال کر گئے۔ آپ کی اَولادِ پاک میں سے سوائے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نسل پاک جاری نہیں ہوئی۔

صبح پڑھو قرآن، شام پڑھو قرآن

قرآن پاک کے نہایت مؤثر پیغامات

ماسٹر احسان الٰہی قصور

قسط 29

77۔ معلّمِ قرآن بہ نگاہِ قرآن

قرآنِ مجید، فرقانِ حمید نے سب سے پہلے جس مسئلے کو انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین آقا کی ذاتِ گرامی ہے۔ یوں تو حضور ﷺ کے متبعین نے رسولِ کریم ﷺ کے اقوال و افعال اور حضور ﷺ کے خصائل و شمائل کو اس طرح محفوظ رکھا ہے کہ آج تک دنیا کے کسی انسان کی زندگی کے متعلق اتنی تفصیلات محفوظ نہیں ہیں لیکن آج کتب کا وہ تمام ذخیرہ اگر دنیا سے معدوم ہو جائے جو محدثین نے سالہا سال کی عرق ریزی اور محنتِ شاقہ سے مہیا کیا ہے اور دنیا میں صرف قرآن مجید ہی باقی رہ جائے تب بھی ہم اس میں صاحبِ قرآن کی شخصیت کو ایسی صحیح، صاف اور جامع حیثیت اور روشنی میں دیکھ سکتے ہیں کہ کسی شک و اشتباہ کا امکان باقی نہیں رہتا۔

قرآنِ حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ اور خصائص ستودہ کے بے انتہا ذخائر موجود ہیں۔ اگر ان تمام خصائص کو مناسب تشریحات کے ساتھ بیان کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہوگی۔

بقول شاعر

تیرے اوصاف کا ایک باب بھی مکمل نہ ہوا

علامہ جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں کہ ”یہ امر حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضور کا نام لے کر نہیں پکارا بلکہ صفات کا ذکر کیا ہے جیسے یاایھا النبی، یاایھا الرسول، یاایھا المدثر، یاایھا المزمل لیکن باقی انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے نام لے کر پکارا ہے۔ (خصائص الکبریٰ)

اس سلسلے میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

”اور ہم نے کہا اے آدم، تم اور تمہاری بیوی جنت میں پُرسکون رہو اور کھاتے رہو اس سے دونوں بے کھٹک جہاں چاہو اور قریب نہ جانا اس درخت کے ورنہ اپنا حق تلف کرنے والوں سے ہو جاؤ گے۔“

(سورۃ البقرہ:35)

”کہا گیا اے نوح! اتر آیئے ہماری طرف سے سلامتیوں کے ساتھ اور ان برکتوں کے ساتھ جو آپ پر ہوئیں“۔

(سورۃ ھود:48)

”اے ابراہیم! اس معاملے سے آپ توجہ ہٹا دیں بے شک تیرے ربّ کا حکم آ پہنچا اور بے شک ان پر عذاب آنے والا ہے اس نے ٹلنا نہیں۔“

(سورۃ ھود:76)

”اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دستِ راست میں کیا ہے؟“

(سورۃ طٰہٰ:17)

”اور اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ قرار دیا، سو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اس لیے کہ یہ اللہ کی راہ سے تجھے ہٹا دیں گی۔“

(سورۃ ص:26)

”اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت سناتے ہیں، نام اس کا یحییٰ ہے، اس سے پہلے اس نام کا ہم نے کوئی بھی پیدا نہیں کیا“۔

(سورۃ مریم:7)

”اے یحییٰ! کتاب کو قوت سے تھام لو اور ہم نے انہیں بچپن ہی میں فیصلوں کی سمجھ عطا کر دی“۔

(سورۃ مریم:12)

”یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! میں ہی تمہیں پوری عمر تک پہنچانے والا اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے صاف ستھرا بچا کر رکھنے والا ہوں کافر لوگوں سے اور بلندی بخشنے والا ہوں، تیری پیروی کرنے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت کے دن تک کے لیے، پھر تم سب کا لوٹنا میری طرف ہوگا تو میں فیصلہ کر دوں گا تمہارے درمیان تمام باتوں کا جن میں تم اختلاف کرتے تھے“۔

(سورۃ آلِ عمران:55)

قرآنِ حکیم میں انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لے کر ان کو پکارنا کے حوالہ سے مختلف جگہوں پر اور بھی بہت ساری آیات موجود ہیں۔ قرآنِ مجید کے مطالعہ سے آپ اخذ کر سکتے ہیں۔

حضور سے خطابِ خداوندی:

اللہ تعالیٰ کے خطاب کی یہ خصوصیت رسولِ اکرم ﷺ کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

”اے رسول! پہنچا دیجیے جو نازل کیا گیا آپ پر آپ کے ربّ کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا پیغاماتِ الٰہیہ کی تبلیغ نہ کی اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ ڈھیٹ منکروں کو ہدایت نہیں فرماتا۔“

(سورۃ المائدہ:67)

”اے نبی معظم! ہم نے آپ کو نگران و نگہبان اور خوشخبری دینے والا اور ہلاکت آفرین چیزوں سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا“۔

(سورۃ احزاب:45)

”قسم قرآنِ حکیم کی، شک نہیں آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں“۔

(سورۃ یٰسین:2,3)

”اے ردائے رحمت میں جھرمٹ مارنے والے، رات کو قیام فرمایئے سوائے رات کے کچھ حصہ میں آرام کرنے کے“۔

(سورۃ المزمل:1,2)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جہاں رسول اللہ ﷺ کے اسمِ گرامی کی تصریح فرمائی وہاں ساتھ ہی رسالت یا کسی اور وصف کا ذکر فرمایا:

”اور نہیں محمد مگر بڑی عظمت والے رسول یقیناً ان سے پہلے ہمارے ہی رسول گزر چکے ہیں“۔

(سورۃ آلِ عمران:144)

''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب کے سب نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے''۔
(سورۃ الاحزاب:40)

''اور جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور ایمان لے آئے اُس کے ساتھ جو محمد پر اتارا گیا اور رب کی طرف سے حق وہی ہے''۔
(سورۂ محمد:2)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کی معیت میں ہیں، کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں تو انہیں رکوع اور سجود میں ہمیشہ دیکھے اور وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشی ڈھونڈیں''۔
(سورۃ الفتح:29)

78۔ خداوند نبی ﷺ کی یگانگت کی چند ایمان افروز جھلکیاں

اللہ تعالیٰ اپنے متعلق ارشاد فرماتا ہے:
''وہی ہے وہ ہستی جو تم پر رحمت بھیجتی ہے اور اس کے فرشتے تاکہ تمہیں اندھیروں سے نور کی جانب نکالیں اور وہ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے''۔
(سورۂ احزاب:43)

اور دوسری جگہ اپنے حبیب نبیٔ اکرم ﷺ کی نسبت اللہ ارشاد فرماتا ہے:
''بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول تشریف فرما ہوئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑ جانا اُن پر گراں گزرتا ہے۔ وہ تم میں سے ہر ایک کے خیر خواہ اور مومنوں پر تو نہایت مہربانیاں فرمانے والے اور رحمت فرمانے والے ہیں''۔
(سورۂ توبہ:128)

اللہ تعالیٰ خود اپنے بارے میں فرماتا ہے:
''وہی ہے وہ ہستی جو تم پر رحمت بھیجتی ہے اور اس کے فرشتے تاکہ تمہیں اندھیروں سے نور کی جانب نکالیں اور وہ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے''۔
(سورۂ احزاب:43)

سورۂ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے متعلق فرماتا ہے:
''عظیم الشان کتاب ہے جسے ہم نے آپ پر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نور کی جانب نکالیں ان کے رب کے حکم سے غالب وحمید کے راستہ کی طرف''۔
(سورۂ ابراہیم:1)

اللہ تعالیٰ اپنے متعلق فرماتا ہے:
''کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو خود ہی اپنے آپ کو پاکیزہ گردانتے رہتے ہیں حالانکہ یہ اللہ کی شان ہے جسے چاہے پاکباز بنادے اور وہ لوگ کھجور کی گٹھلی پر لگے ہوئے ریشہ بھر بھی ظلم نہ کیے جائیں گے''۔
(سورۃ النساء:49)

حضور ﷺ کے متعلق فرمانِ خداوندی:
''وہی ہے جس نے آزاد اور بے پڑھے لوگوں میں سے ایک عظیم القدر رسول اٹھایا جو تلاوت فرماتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور پہلے تو وہ سب لوگ فکری اور عملی پریشانیوں میں مبتلا تھے''۔
(سورۃ الجمعہ:2)

اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں فرماتا ہے:
''فرمایئے! اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں سے کیوں انکار کرتے ہو جبکہ تم جو بھی کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر اور اُسے دیکھنے والا بھی ہے''۔
(آلِ عمران:98)

دوسرے مقام پر حضور ﷺ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:
''پھر کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہی دینے والا لائیں گے اور محبوب آپ کو ان سب پر شہادت گزارنے والا بنا کر لائیں گے''۔
(النساء:41)

اللہ تعالیٰ کا اپنے بارے میں ارشاد:
''بے شک اللہ معاف کرنے والا اور مغفرت فرمادینے والا ہے''۔
(سورۃ الحج:60)

دوسری جگہ پر حضور ﷺ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔
''تو ان کی عہد شکنی کی بنا پر ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا، وہ اللہ کی باتوں کو اپنی جگہ سے ایک طرف ہٹا دیتے ہیں اور بھلا دیا ایک حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں کی گئیں اور آپ ہمیشہ ان کی خیانت کاریوں پر مطلع ہوتے رہیں گے سوائے چند کے، تو آپ انہیں معاف فرمادیں اور درگزر فرمائیں ان سے، بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔
(المائدہ:13)

79۔ حضور کا ادب رکنِ ایمان ہے

''بے شک ہم نے آپ کو قریب سے دیکھنے والا اور سودمند چیزوں سے آگاہ کرنے والا اور مہلک چیزوں سے باخبر رکھنے والا بنا کر بھیجا۔ تاکہ تم سب لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم بجالاؤ اور ان کا احترام کرو اور صبح شام اللہ کی تسبیح کرو''۔
(سورۃ الفتح:9,8)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:
''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور ان کے سامنے اونچے نہ بولو جیسے تم ایک دوسرے کے ساتھ بلند آواز میں بولتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چل سکے''۔
(سورۂ حجرات:2)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:
''اے ایمان والو! نبی معظم کے گھروں میں داخل نہ ہو اِلّا یہ کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے، نہ یہ کہ خود ہی پکنے کی جاد یکھتے رہو، ہاں جب تمہیں دعوت دی جائے تو حاضری دو، جب کھانا کھالو تو فوراً بکھر پڑو نہ یہ کہ اُدھر ہی باتوں سے متلذز ہوتے رہو، بے شک یہ چیز نبی کو ایذا دیتی ہے لیکن وہ کچھ کہنے سے اپنے آپ کو روکے رکھتے ہیں''۔
(الاحزاب:53)

پھر ارشاد ہوا:
''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور ڈرو اللہ سے، بے شک اللہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے''۔

(حجرات:1)

پھر فرمایا گیا:

''بے شک وہ لوگ جو آپ کو حجروں کے پیچھے سے بلند آواز میں پکارتے ہیں، ان کی اکثریت بے سمجھوں کی ہے''

(حجرات:4)

قرآنِ حکیم کی سورۃ النور آیت 63 میں ارشاد ہوتا ہے''تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے تم لوگ ایک دوسرے کو پکارتے ہو''۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

''سو جو ان پر ایمان لایا اور ان کی خوب تعظیم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل ہوا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''

(سورۂ اعراف:157)

80۔حضور کی گستاخی کفر ہے

''اے ایمان والو! راعنا مت کہو، کہنا ہی ہو کچھ تو عرض کرو ''نظر میں رکھیے ہمیں'' اور سنا کرو اور منکرین کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

(البقرہ:104)

ایک اور موقع پر ارشاد ہوتا ہے:

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، اللہ بھی انہیں دنیا اور آخرت میں اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے، اور اس نے ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

(احزاب:57)

پھر ارشاد ہوتا ہے:

''اور جو شخص ہدایت کے خوب واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ کے علاوہ کسی اور کی اتباع کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھرا دیتے ہیں جدھر وہ پھرا ہوتا ہے اور ایسے شخص کو ہم جہنم میں ڈالیں گے اور وہ لوٹ کر جانے کے لیے بہت بری جگہ ہے''۔

(النساء:115)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

''اُن لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ نہ پہنچ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب آ لے''۔

(سورۃ الفرقان:63)

قرآنِ حکیم کی سورۃ المجادلہ آیت نمبر 5 میں ارشاد ہوتا ہے:

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں، ذلیل کر دیے گئے جیسے ان سے پہلے لوگوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں نازل کی ہیں اور منکرین کے لیے رسوا کن عذاب ہے''۔

81۔حضور تمام دنیا کے لیے نبی ہیں

''اور اے حبیب! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر لیکن لوگوں کی اکثریت سمجھتی نہیں''۔

(سورۂ النساء:28)

ارشاد ہوا:

''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر''۔

(سورۂ انبیاء:107)

پھر ارشاد ہوا:

''فرما دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں''۔

(الاعراف:158)

سورۃ النساء آیت نمبر 79 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور آپ کو تو ہم نے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور گواہی اللہ ہی کی کافی ہے''۔

ارشاد ہوا:

''برکت نواز ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈرسنانے والا ہو''۔

(الفرقان:1)

82۔حضور آخری نبی ہیں

''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب کے سب نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے''۔

(سورۂ احزاب:40)

قرآنِ مجید کی سورۃ المائدہ آیت نمبر 3 میں ارشاد فرمایا گیا:

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا''۔

83۔حضور معلمِ کتاب وحکمت ہیں

''ربّ ہمارے! ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول اٹھا جو ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے اور سکھائے انہیں تقدیر کا راز اور حکمت اور انہیں صاف ستھرا کرتا ہی رہے، بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا''۔

(البقرہ:129)

سورۃ البقرہ آیت 151 میں ارشاد ہوتا ہے:

''جیسا کہ تم پر انعام کیا کہ بھیجا ہم نے تم میں ہی میں سے ایک عظیم رسول پڑھ پڑھ سناتا تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور تعلیم دیتا ہے تمہیں کتاب کی اور حکمت کی اور سکھاتا ہے تمہیں وہ وہ باتیں جنہیں تم جانتے تک نہ تھے''۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے:

''بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ بڑی شان کے ساتھ اٹھایا ان ہی میں سے ایک رسول جو تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے''۔

(آلِ عمران:164)

ایک اور موقع پر قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

''وہی ہے جس نے آزاد اور بے پڑھے لوگوں میں سے ایک عظیم القدر رسول اٹھایا جو تلاوت فرماتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور پہلے تو وہ سب لوگ فکری اور عملی پریشانیوں میں مبتلا تھے''۔

(سورۃ الجمعہ:2)

84۔حضور بحیثیت حاکم وفرمانروا

''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اسی لیے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

(النساء:64)

ارشاد ہوتا ہے:

''جو رسول کی اطاعت کرتا ہے سو سمجھو کہ اس

نے اللہ کی اطاعت کرہی دی''۔

(النساء:80)

قرآنِ مجید کی سورۃ النساء آیت نمبر 59 میں ارشاد ہوا:

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنوں میں سے ان کی بھی جو امر والے ہیں پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا باہمی تنازعہ ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو نتیجہ کے اعتبار سے یہی بہتر اور بھلا ہے۔''

ارشاد ہوتا ہے:

''ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو''۔

(سورۃ محمد:33)

قرآنِ مجید کی سورۃ الفتح آیت نمبر 10 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''بے شک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں، بے شک وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے اُن کے ہاتھوں پر، تو جس شخص نے اس بیعت کو توڑا تو بیعت توڑنے والوں کا وبال انہی پر ہوگا اور جس شخص نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا، عنقریب اللہ اُسے اجرِ عظیم سے نوازے گا''۔

85۔ حضور کی محبت واتباع سب پر فرض ہے

''پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اُمّی پر جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ''۔

(سورۃ اعراف:158)

ارشاد ہوتا ہے:

''محبوب! فرما دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا اور بخش دے گا تمہارے گناہوں کو اور اللہ بڑا بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے''

(آلِ عمران:31)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی''۔ (النساء:59)

قرآن مجید فرقانِ حمید کی سورۃ الاعراف آیت نمبر 157 میں ارشاد ہوا:

''وہ لوگ جو رسول نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں، انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ حکم دیں گے انہیں بھلائی کا اور برائی سے روکیں گے اور پاکیزہ چیزیں ان پر حلال کریں گے اور گندگیوں کو ان پر حرام کریں گے اور ان کا بوجھ ان سے اتاریں گے اور ان طوقوں کو جو ان پر بوجھ بنے ہیں، سو جو ان پر ایمان لایا اور ان کی خوب تعظیم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل ہوا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''۔ (جاری ہے)

بقیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

19. عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا ذَكَرَ خَدِيْجَةَ لَمْ يَكُنْ يَسْأَمُ مِنْ ثَنَاءٍ عَلَيْهَا وَالْإِسْتِغْفَارِ لَهَا. فَذَكَرَهَا ذَاتَ يَوْمٍ وَاحْتَمَلَتْنِي الْغَيْرَةُ إِلَى أَنْ قُلْتُ قَدْ عَوَّضَكَ اللهُ مِنْ كَبِيْرَةِ السِّنِّ. قَالَتْ: فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ غَضِبَ غَضَبًا سَقَطَ فِي جِلْدِي، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: اللَّهُمَّ، إِنَّكَ إِنْ أَذْهَبْتَ عَنِّي غَضَبَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَمْ أَذْكُرْهَا بِسُوْءٍ فَلَمَّا رَأَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الَّذِي لَقِيْتُ، قَالَ: كَيْفَ قُلْتِ؟ وَاللهِ، لَقَدْ آمَنَتْ بِي إِذْ كَفَرَ بِيَ النَّاسُ، وَصَدَّقَتْنِي إِذْ كَذَّبَنِيَ النَّاسُ وَرُزِقَتْ مِنِّي الْوَلَدَ إِذْ حُرِمْتِيْهِ مِنِّي، فَغَدَا بِهَا عَلَيَّ وَرَاحَ شَهْرًا. (رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تھے تو ان کی تعریف اور ان کے لئے استغفار و دعائے مغفرت کرتے ہوئے تھکتے نہیں تھے۔ پس ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ فرمایا تو مجھے غصہ آ گیا یہاں تک کہ میں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس بڑھیا کے عوض (حسین و جمیل) بیویاں عطا فرمائی ہیں۔ پس میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ شدید جلال میں آ گئے، (یہ صورتحال دیکھ کر) میں نے اپنے دل میں کہا: اے اللہ! اگر آج تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ کو ٹھنڈا کر دے تو میں کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا برے لفظوں میں تذکرہ نہیں کروں گی۔ پس جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی تو فرمایا: تم ایسا کیسے کہہ سکتی ہو؟ حالانکہ، خدا کی قسم! وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اور میری اس وقت تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اور میری اولاد بھی ان کے بطن سے پیدا ہوئی جبکہ تو اس سے محروم ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک اسی حالت (یعنی قدرے ناراضگی کی حالت میں) صبح وشام آتے''۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 19: أخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر، 23/ 13، الرقم: 21، والذہبی فی سیر أعلام النبلاء، 2/ 112، والدولابی فی الذریۃ الطاہرۃ، 1/ 31، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 9/ 224)۔

20. عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِالشَّيْءِ يَقُوْلُ: اذْهَبُوْا بِهِ إِلَى فُلَانَةٍ، فَإِنَّهَا كَانَتْ صَدِيْقَةَ خَدِيْجَةَ، اذْهَبُوْا بِهِ إِلَى بَيْتِ فُلَانَةٍ، فَإِنَّهَا كَانَتْ تُحِبُّ خَدِيْجَةَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے اس کو فلاں خاتون کے گھر لے جاؤ کیونکہ یہ خدیجہ کی سہیلی ہے، اس کو فلاں خاتون کے گھر لے جاؤ کیونکہ یہ خدیجہ سے محبت رکھتی تھی''۔ اس حدیث کو امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں بیان کیا ہے۔

(الحدیث رقم 20: أخرجہ البخاری فی الأدب المفرد، 1/ 90، الرقم: 232، والدولابی فی الذریۃ الطاہرۃ، 1/ 41، الرقم: 40)۔